جمعیۃ إحیاء التراث الإسلامي

لجنة القارة الهندية

ارکانِ اسلام

ایک تعارف

مع تعاون

مرکز دعوة الجاليات جليب الشيوخ

فون نمبر:4345078

لجنة القارة الهندية

2574912/3/4 Ext:126/190

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

کویت میں بسنے والے اردو دان حضرات کی دینی راہنمائی کیلئے مرکز دعوۃ الجالیات ایک عرصے سے سرگرم ہے، اس مرکز کے ذمہ داران، دعاۃ اور منسلک احباب اپنے تئیں ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ کویت میں قرآن وسنت کی سچی اور کھری دعوت روز افزوں ترقی کرے، اور اس سلسلے میں الحمد للہ متعدد ہفتہ وار دروس جاری ہیں جن میں مرکز کے دعاۃ قرآن وسنت کی روشنی میں لوگوں کے عقائد واعمال کی اصلاح پر بھرپور توجہ دیتے ہیں، معروف علماء کرام کی کیسٹیں لوگوں کو فراہم کی جاتی ہیں، اور ہزاروں کی تعداد میں مختلف موضوعات پر لٹریچر چھپوا کر مفت تقسیم کیا جاتا ہے، اور الحمد للہ ان جہود کے بڑے اچھے نتائج برآمد ہو رہے ہیں، اللہ تعالی ان کوششوں کو شرف قبولیت سے نوازے. آمین

مرکز کی طرف سے اب تک جو لٹریچر تقسیم کیا گیا ہے اس میں ارکان اسلام میں سے ہر رکن کے بارے میں الگ الگ پمفلٹ بھی تھے، اور اس چیز کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ ان سب کو یکجا کر کے ایک ہی رسالے کی شکل میں چھپوا دیا جائے، تا کہ قارئین کو تمام ارکانِ اسلام کے بارے میں بنیادی معلومات ایک ہی جگہ پر مل جائیں، اور کئی احباب نے اس بات کی طرف مرکز کے ذمہ داران کی توجہ مبذول کرائی، چنانچہ ان کی اسی رغبت کے پیش نظر ان پمفلٹس کو کچھ اضافوں کے ساتھ اس رسالے میں جمع کر دیا گیا ہے.

ہم اپنے تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ کم از کم ایک مرتبہ ضرور اس رسالے کا مطالعہ کریں اور اپنے اہل وعیال کو ارکانِ اسلام کے بارے میں بنیادی معلومات سے بہرہ ور کریں.

یاد رہے کہ یہ رسالہ بعض اہل خیر کے خرچہ پر مفت تقسیم کیلئے چھپوایا گیا ہے ہم جہاں ان کیلئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی انہیں جزائے خیر دے اور انہیں دین ودنیا کی خیر وبھلائی نصیب فرمائے، وہاں ہم اپنے تمام بھائیوں اور اپنی تمام بہنوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ قرآن وسنت کی نشر واشاعت میں ہمارا ساتھ دیں، اللہ تعالی سب کا حامی وناصر ہو. آمین

مرکز دعوۃ الجالیات

ارکانِ اسلام

ارکان رُکن کی جمع ہے اوراہلِ علم کی اصطلاح میں رکن یا (Piller) سے مراد وہ اہم عنصر ہے جس پر کسی چیز کا وجوداس طرح موقوف ہو کہ وہ اس چیز کا حصّہ بھی ہو۔لھذا ارکانِ اسلام سے مراد وہ اہم عناصراورارکان ہیں کہ جن کے بغیراسلام کی عمارت کا قیام محال ہے، اور یہ اہم ارکان جن سے قصرِ اسلام کی تکمیل ہوتی ہے' پانچ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' بنی الإسلام على خمس : شهادة أن لا إله إلاّ الله وأنّ محمدا عبده ورسوله ، وإقام الصلاة ، وإيتاء الزكاة ، وحجّ بيت الله ، وصوم رمضان'' (متفق عليه)

دینِ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:''اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے اورمحمد کریم (ﷺ) اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، حج کرنا، اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا''۔

لاَ اِلٰهَ اِلَّا الله

مفہوم، شروط اور تقاضے

ترتیب: عبدالخالق محمد صادق

اللہ رب العزت نے تخلیقِ کائنات کی حکمت اورغرض وغایت بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا ہے:

﴿ وَماَ خَلَقْتُ الجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:۵۶)

ترجمہ:''میں نے بنی نوع انسان اورجنّات کوصرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے'' آیت مبارکہ کے پیش نظر کلمۂ توحید اسلام کی اساس ہے' یہی سبب ہے کہ یہ کلمہ تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مرکز ومحور رہا ہے' ارشاد ربّانی ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوْا اللهَ وَاجْتَنِبُوْا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:36)

ترجمہ:''ہم نے ہرامت میں رسول بھیجا اوراس کے ذریعے سب کوخبردار کیا کہ اللہ کی عبادت کرو اور غیر اللہ کی بندگی سے بچو'' اوراسی دعوت کو عام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کتبِ مقدسہ اورصحائف مطہرہ نازل کئے' ارشاد ہے:

﴿هٰذَا بَلاَغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْا أَنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ﴾ (ابراہیم:52)

ترجمہ:''یہ لوگوں کیلئے ایک پیغام ہے جو اسلئے بھیجا گیا ہے کہ انہیں خبردار کیا جائے اوروہ

اس حقیقت سے آشنا ہوں کہ معبودِ حقیقی ایک ہی ہے اور عقلمند لوگ ہوش میں آجائیں۔

اسی لئے علّامہ ابن ابی العزؒ فرماتے ہیں: ''**فالتوحید أوّل ما یدخل به فی الإسلام وآخر ما یخرج به من الدنیا وهو أول واجب وآخر واجب**'' (**شرح العقیدة الطحاویة**:78)

''توحید کے ساتھ ہی انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے اور دنیا سے جاتے وقت بھی انسان کا اس پر یقین ہونا ضروری ہے لہٰذا یہ پہلا اور آخری واجب ہے۔''

جب کلمہ توحید اسلام کی اساس اور تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت ہے اور اسی پر جزا اور سزا کا انحصار ہے تو ہر کلمہ گو کیلئے ضروری ہے کہ اس کا مفہوم ومقصود اور اس کے تقاضوں سے آگاہی حاصل کرے، جیسا کہ الوزیر ابوالمظفر اپنی کتاب ''الإفصاح'' میں لکھتے ہیں: ''لا إلٰه إلاّ الله کے اقرار کرنے والے کو لازم ہے کہ وہ اسکے مطلب کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہو، جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿ **فَاعْلَمْ أَنَّهُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ** ﴾ (محمد:19)

ترجمہ: ''خوب اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے''۔

کلمہ طیّبہ ''لا إله إلاّ الله'' نفی اور اثبات دونوں کو متضمن ہے ''لا إله'' اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے الوہیت کی نفی کرتا ہے اور ''إلاّ الله'' اللہ کے لئے الوہیت ثابت کرتا ہے.

لہٰذا ''لا إله إلاّ الله'' کا مفہوم یہ ہوا ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے''، اور یہی مفہوم منشائے الٰہی کے عین مطابق ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ **شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلاَئِكَةُ وَأُوْلُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لاَ إِلٰهَ**

إِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ (آل عمران:18)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں ہے اور تمام فرشتے اور اہلِ علم بھی حق وانصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اس عزیز وحکیم کے سوا واقعتاً کوئی معبودِ برحق نہیں ہے''۔

لفظ ''اللہ'' کا مفہوم لفظ جلالہ ''اللہ'' خالقِ کائنات کا اسمِ اعظم ہے اور اس بات کے سبھی قائل ہیں کہ لفظ ''اللہ'' باری تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ کے معانی اور صفاتِ علیا کو جامع ہے اور یہ اسم مبارک ''اللہ'' جلّ شانہ کے علاوہ کسی اور کے لئے بولنا حرام ہے۔

اس کا معنی ومفہوم مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''**هو الذی یألهه کلّ شیءٍ ویعبده کُلّ خلق**'' یعنی اللہ تعالیٰ وہ ذاتِ کبریا ہے جسے ہر شے اِلٰہ مانتی اور جس کی تمام مخلوق عبادت کرتی ہے۔

اور امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''**فالله اسم للموجود الحق الجامع لصفات الإلٰهیة، المنعوت بنعوت الربوبیة المنفرد بالوجود الحقیقی لا إله إلاّ هو سبحانه**'' (**تفسیر القرطبی** :1/ 73)

ترجمہ: اسم مبارک ''اللہ'' اس ذاتِ برحق کا نام ہے جو واجب الوجود اور الوہیت کی تمام صفات کا حق دار اور ربوبیت کے تمام اوصاف سے موصوف اور وجودِ حقیقی میں منفرد ہے اور اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔

''اِلٰہ'' کا مفہوم: حافظ ابن رجبؒ فرماتے ہیں: ''اِلٰہ'' اس ذات کو کہا جاتا ہے جس کی ہیبت، جلال، محبت، خوف، اس سے امید، اس پر بھروسے اور اس سے سوال ودعا

کے پیشِ نظر اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے، یہ سب کچھ اللہ عزوجل کے علاوہ اور کسی کے بھی شایانِ شان نہیں''۔

اور شیخ الاِسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اِلٰہ'' کا معنی معبود ہے اور وہ معبود جو عبادت کا استحقاق رکھتا ہو اور اس کے مستحق عبادت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے اوصاف سے متصف ہے جن کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ آخری درجہ کی محبت کا حقدار، وہی محبوب ہو اور انتہائی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار اسی کے لئے ہو، پس ''اِلٰہ'' ہی وہ محبوب اور معبود ہے کہ دل محبت سے جس کی عبادت کریں، اس کی اطاعت بجالائیں، اس کے لئے عجز و نیازمندی کا اظہار کریں، اس سے خوفزدہ ہوں، اس سے امیدیں وابستہ رکھیں، دشواریوں میں اسکی طرف رجوع کریں، مشکلات میں اسی کو پکاریں، اپنے مفادات میں اسی پر بھروسہ کریں، اسی کے پاس جائے پناہ تلاش کریں، اسی کی محبت میں سکون پائیں اور ان تمام اوصاف کا حامل اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں، اسی لئے کلمہ طیّبہ ''لا إلـه إلاّ الله '' سب سے بڑھ کر سچا کلام ہے اور صدقِ دل سے اسے پڑھنے والے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والے، حزب اللہ ہیں اور اس کے منکر اللہ کے دشمن اور اس کے غضب وانتقام کے سزاوار ہیں، جب یہ کلمہ صحیح ہوگیا تو اس کے ساتھ ہی تمام مسائل ازخود حل ہو جائیں گے اور جس شخص کا یہ کلمہ ہی صحیح نہ ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے علم اور عمل میں فسادِ عظیم پیدا ہو جائے گا''۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ ذٰلِکَ بِأَنَّ اللهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ هُوَ الْبَاطِلُ ﴾ (الحج:62)

ترجمہ: ''یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی برحق ہے اور اس کے سوا یہ جنہیں پکارتے ہیں وہ

باطل ہیں''۔ یہ معبودیت کا حق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور کلمۂ توحید کا تقاضا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو اسکی ذاتِ بابرکات اور صفاتِ کمال میں وحدہٗ لاشریک لہٗ سمجھے اور خالق ومخلوق کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے خالقِ کائنات کو اسکی مخلوق پر قیاس نہ کرے اور نہ اس سے تشبیہ دے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی صفاتِ باکمال کا مستحق اس کی مخلوق کو ٹھہرائے۔

توحید کا مفہوم: توحید (لغوی اعتبار سے) وَحَّدَ یُوَحِّدُ سے مصدر ہے، یعنی کسی چیز کو ایک اور اکیلا تسلیم کرنا اور یہ نفی اور اثبات کے ذریعے ہی ثابت ہوتا ہے، یعنی اللہ کی توحید کا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی الوہیت کی نفی کرنا، توحید کو ثابت کرنے کا یہی طریقہ صحیح ہے اور توحید اس وقت تک توحید کہلا ہی نہیں سکتی جب تک کہ نفی اور اثبات دونوں کا بیک وقت بیان نہ ہو، جیسا کہ کلمہ طیّبہ سے ظاہر ہے۔

ارشادِ باری ہے: ﴿ اُعْبُدُوا اللهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ ﴾ (ھود:50)

ترجمہ: ''ایک اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی اِلٰہ نہیں ہے''۔ لہٰذا جو شخص اللہ کی الوہیت کا اقرار بھی کرے اور ساتھ ساتھ اللہ کے علاوہ اسکی مخلوق کو رزق دینے والا، اولاد دینے والا، نفع ونقصان کا مالک، حاجت روا، مشکل کُشا، الغرض اللہ کی خصوصیات میں اسکی مخلوق کو شریک بھی کرے تو ایسا شخص مؤحد نہیں کہلاسکتا، کیونکہ الوہیت وہ جامع وصف ہے جو تمام صفاتِ کمال کو شامل ہے، لہٰذا توحید کی جامع تعریف یوں ہے:

''جو اوصاف اور اختیارات اللہ کے لئے خاص ہیں، ان میں اللہ کو تنہا اور یکتا ماننا''۔

توحید کی اقسام: اہلِ علم نے توحید کی تین اقسام بیان کی ہیں، تا کہ توحیدِ باری تعالیٰ کا

حقیقی مفہوم اوراس کے تمام تر تقاضوں سے آگاہی ہوسکے: 1۔ توحیدِ رُبوبیت (اختیارات ماننے میں توحید) 2۔توحیدِ اُلوہیت (عبادت کرنے میں توحید) 3۔توحیدِ اسماءوصفات (اللہ تعالی کے اسماء وصفات میں توحید)

توحیدِ ربوبیت : اللہ تعالی کوتخلیقِ کائنات' حاکمیت اعلی اور تدبیرِ کائنات میں یکتا اور تنہا تسلیم کیا جائے' دوسرے لفظوں میں اللہ تعالی اپنی پوری کائنات کا خالق و مالک' رزّاق اور اکیلا ہی پوری کائنات کا نظام چلانے والا ہے' وہی حاکمِ مطلق ہے' کوئی اس کا وزیر'مُشیر اور شریکِ کار نہیں' وہی موت وحیات کا مالک اور وہی مختارِکُل اور قادرِ مطلق ہے' جو چاہے' جب چاہے اور جیسے چاہے کرنے پر قادر ہے' اسے کوئی مجبور نہیں کرسکتا' وہ غنی ہے اور پوری کائنات اس کی محتاج ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

﴿ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ (فاطر:3)

ترجمہ:''کیا اللہ کے سوا بھی کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اس کے علاوہ کوئی دوسرا حقیقی معبود نہیں''۔

اور معبودانِ باطلہ کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ (النحل:17)

ترجمہ:''کیا جو پیدا کرتا ہے اور جو پیدا نہیں کرسکتا' کیا دونوں برابر ہو نگے ؟''

اور اپنی بادشاہت کا اعلان کرتے ہوئے ارشادِ باری ہے:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (الملک:1)

''بڑی بابرکت ذات ہے وہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

اور پوری کائنات کا نظام چلانے والا' مختارِکُل' حاجت روا اور مشکل کشا بھی اللہ تعالی کی ذاتِ بابرکات ہے' کس قدر جامع ارشاد ہے:

﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ﴾(الأعراف:54)

ترجمہ:''سن لو! ساری مخلوق اللہ کی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے' بہت ہی بابرکت ہے اللہ رب العزت جو سارے جہانوں کا رب ہے''۔

توحیدِ اُلوہیت = توحید الوہیت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کسی قسم کی عبادت یا عبادت کا کوئی حصّہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی دوسرے کیلئے مخصوص نہ کرے' خواہ وہ کوئی مقرب فرشتہ ہو یا برگزیدہ نبی اور رسول ہو، یا کوئی اور نیک انسان یا کوئی بھی دوسری مخلوق ہو' اس لئے کہ عبادت خالق کا حق ہے اور تمام مخلوق اسکی عبادت گزار ہے۔اور تمام انبیاء علیہم السلام نے یہی دعوت پیش کی ہے اور یہی قرآنی تعلیمات کا خلاصہ ہے' ارشادِ باری ہے:

﴿ الٓر ☆ كِتَابٌ اُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ☆ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللهَ اِنَّنِىْ لَكُمْ مِنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ﴾ (هود: 1-2)

ترجمہ:''الر ' یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں' پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے' یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں''۔

2)﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾(یوسف: 40)

ترجمہ:''ہر قسم کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے' اس نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی کی

عبادت کرو، یہی مضبوط دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے''۔

3) ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (الاسراء:23)

ترجمہ: ''آپ کے رب کا حکم ہے کہ آپ صرف اسی کی عبادت کریں اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں''۔

4) ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ☆ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران:79-80)

ترجمہ: ''کسی بشر کے لئے لائق نہیں کہ اللہ اسے کتاب، حکم اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ (یہ کہے) کہ اس کتاب کی تعلیم کے مطابق جسے تم پڑھاتے اور پڑھتے ہو، اللہ کے بندے بنو۔ اور نہ اس کیلئے لائق ہے کہ وہ تمہیں حکم دے کہ تم فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کو رب بنالو، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو اسلام لانے کے بعد کفر کا حکم دیں؟''

مذکورہ آیاتِ مبارکہ سے واضح ہے کہ ہر قسم کی عبادت اللہ ہی کیلئے خاص ہے اور کسی قسم کی عبادت میں اسکے انبیاء علیہم السلام یا فرشتوں یا نیک لوگوں کو شامل کرنا جائز نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے جو کہ اللہ کے حق الوہیت اور ربوبیت میں غیر اللہ کو شریک کرتے ہیں، فرمایا ہے:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبۃ:31)

ترجمہ: ''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا''۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر خود رحمت عالم ﷺ نے میرے سامنے بیان فرمائی، کہ جب وہ اسلام لانے کی غرض سے نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے یہی آیت تلاوت فرمائی، حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''إنّهم لم يعبدوهم'' کہ وہ ان کی عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! جب ان کے علماء و بزرگان ان کے لئے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیتے تو وہ ان کی پیروی کیا کرتے تھے، یہی تو ان کی عبادت تھی''۔

گویا کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی چیز کی تحلیل و تحریم کا حق اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو دینے کو اس کی عبادت قرار دیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ ''أي الذنب أعظم عند الله ؟ قال : أن تجعل لله ندّا وهو خلقك'' (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ''اللہ کے ہاں کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: کہ تو اللہ کا کسی کو شریک بنائے حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے''۔ (یہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ ہے)

عبادت کا مفہوم:

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: ''أصل العبادة التذلل والخضوع'' عبادت درحقیقت

کسی کے سامنے عاجزی اور درماندگی ظاہر کرنے کا نام ہے"۔ اور امام ابن قیّم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عبادة الرحمن غاية حُبّه   مع ذلّ عابده وهما قطبان

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی بنیاد دو چیزوں پر ہے: محبت اور تعظیم۔ اور یہی عبادت کا قرآنی تصور ہے، ارشادِ باری ہے: ﴿ **إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا** ﴾ (الأنبياء: 90)

ترجمہ: "بلاشبہ وہ بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے اور محبت اور خوف سے ہمیں پکارتے تھے"۔

یعنی محبت کے نتیجہ میں رغبت پیدا ہوتی ہے اور تعظیم سے دل میں رھبت اور خوف پیدا ہوتا ہے اور اوامر الٰہی کا تعلق محبت سے اور نواہی کا تعلق تعظیم سے ہے۔

شیخ الاِسلام ابن تیمیہؒ عبادت کا جامع مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"**العبادة إسم جامع لكل ما يحبه الله ويرضاه من الأقوال والأعمال الظاهرة والباطنة**"

ترجمہ: "عبادت ایک ایسا جامع نام ہے جس سے تمام ظاہری و باطنی اقوال و اعمال مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور جن پر وہ راضی ہوتا ہے"۔

لہٰذا "عبادت ہر وہ کام ہے جو کسی مخصوص ہستی کی رضا کے لئے یا اس کی ناراضگی کے خوف سے کیا جائے، اس لئے صرف نماز روزہ، حج اور زکاۃ ہی عبادات نہیں بلکہ کسی مخصوص ہستی سے دعا و التجا کرنا، اسکے نام کی نذر و نیاز دینا، اسکے سامنے دست بستہ کھڑا

ہونا، اسکا طواف کرنا اس سے طمع و خوف وغیرہ بھی عبادات ہیں" اور توحید الوہیت یہ ہے کہ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے کئے جائیں۔ (تفسیر احسن البیان۔ سورۃ فاتحہ)

تشہّد کی دعا کا بھی یہی مطلب ہے:

"**التحيات لله والصلوات والطيّبات**"۔ "ہر قسم کی قولی، بدنی اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں"۔ جیسا کہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے اعلان کروایا ہے:

﴿ **قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ☆ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ** ﴾ (الأنعام: 163/162) ترجمہ: "(اے میرے نبی) فرما دیجئے! بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت صرف اللہ کیلئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے زیادہ فرمانبردار ہوں"۔

دعا کرنا بھی عبادت ہے

ارشادِ ربانی ہے: ﴿ **وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ** ﴾ (غافر: 60)

ترجمہ: "اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری پکار کو سنتا ہوں، بیشک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب رسوا ہو کر جہنم میں داخل ہونگے"۔

اس آیت میں "أدعوني" کے بعد "عبادتي" کا لفظ واضح دلیل ہے کہ دعا عبادت

ہے۔اورحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی آیت تلاوت کرتے ہوئے فرمایا :"أفضل العبادة الدعاء"۔"دعا کرنا افضل ترین عبادت ہے" اور نبی اکرم ﷺ کاارشاد ہے:" الدعاء هو العبادة "(أبوداؤد'ترمذی)یعنی"دعا عین عبادت ہے"۔ الغرض ہرقسم کی عبادات'نماز'روزہ'حج'زکاۃ'صدقہ وخیرات'نذرونیازاوردعا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں' وہی نفع ونقصان کا مالک ہے' مشکلات میں صرف اسی کو پکارنا اور اسی سے مدد طلب کرنی چاہیئے۔

توحید اسماء وصفات : یعنی وہ اسماء حسنی جواللہ تعالی نے اپنے لئے منتخب فرمائے ہیں اور جن جن صفاتِ کمال کے ساتھ اپنی ذاتِ بابرکات کو موصوف کیا ، یا رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالی کی جو صفاتِ عُلیا بیان فرمائیں ،ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ تمام نام اچھے اور تمام صفاتِ عالیہ ہیں اور اللہ تعالی کو ان میں یکتا وتنہا تسلیم کیا جائے اور جس طرح اللہ تعالی کے اسمائے حسنی اور صفاتِ باکمال کتاب اللہ اور حدیثِ پاک میں مذکورہ ہیں ان کی حقیقت کو اسی طرح تسلیم کیا جائے اور ہر قسم کی تأویل' تحریف'تعطیل'تمثیل اورتشبیہ سے گریز کیا جائے۔ارشادِ باری ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾(الشوری:11)

ترجمہ:"اس کی مثل(اللہ تعالی کی) کوئی چیز نہیں'وہ خوب سننے اوردیکھنے والا ہے"۔

نیز فرمایا:﴿ **فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ** ﴾ (النحل:74)

ترجمہ:"پس اللہ تعالیٰ کیلئے مثالیں مت بناؤ'اللہ خوب جانتا ہے اورتم نہیں جانتے"۔

یعنی اللہ تعالی کو اس کی مخلوق پر اوراسکی صفاتِ باکمال کو مخلوق کی صفات پر قیاس کرنا جائز نہیں' مثلاً یہ مثال دینا کہ بادشاہ سے ملنا ہو یا اس سے کوئی کام ہو تو کوئی براہ راست بادشاہ سے نہیں مل سکتا' پہلے بادشاہ کے مقربین سے رابطہ کرنا پڑتا ہے تب جاکر بادشاہ تک رسائی ہوتی ہے'اسی طرح اللہ کی ذات بہت اونچی ہے اس تک پہنچنے اوراپنی بات پہنچانے کے لئے'ہمیں کسی واسطے کی ضرورت پڑتی ہے۔اللہ تعالی نے ایسی مثالیں بیان کرنے سے منع کردیا ہے کیونکہ اللہ تعالی کو اسکی کمزور مخلوق پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے' مثلاً بادشاہ جہاں تخت نشین ہے وہاں سے نہ اپنی پوری رعایا کو دیکھ سکتا ہے اور نہ بغیر ذریعہ کے ان کی بات کو سن سکتا ہے اور پھر اسے اپنی حفاظت کے لئے محافظوں کی ضرورت ہوتی ہے' لیکن اللہ تعالی ان چیزوں سے پاک ہے،اور ہرحال میں اور ہرجگہ اپنی مخلوق کو دیکھتا بھی ہے اور ہر کسی کی بات کو براہِ راست سنتا بھی ہے،اس لئے اسکو مخلوق پر قیاس کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔

کلمہ طیّبہ کی شروط : کلمۂ توحید کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے علمائے امت نے ان کو سات شرائط میں محصور کیا ہے:

1۔ **علم=** یعنی کلمۂ طیّبہ کے معنی ومفہوم سے آگاہی اور نفی واثبات کے تقاضوں سے واقفیت حاصل کرنا' کیونکہ کسی بھی چیز کے بارے میں کوئی نظریہ قائم کرنے سے پہلے اس سے آگاہی اور واقفیت ہونا ضروری ہے'ارشاد باری ہے:

﴿ **فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** ﴾(سورہ محمد:19)

ترجمہ:"اچھی طرح جان لو! کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں"۔

جس سے اظہر من الشّمس ہے کہ کلمہ کے معانی ومطالب کو جاننا فرض اور ضروری ہے۔

2۔ **یقین =** یقین شک کی ضد ہے اوراس کا مطلب یہ ہے کہ لا إلـــــه إلا الله کا پڑھنے والا یہ اعتقاد رکھے کہ صفاتِ الوہیت کا حق دار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کسی دوسرے میں ان صفات کا پایا جانا ناممکن اور محال ہے اور کلمہ کے تقاضوں پر ایسا یقینِ جازم ہو جو شک کے منافی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ (الحجرات:15)

ترجمہ: ''مؤمن وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر شک وشبہ نہیں کرتے اور اپنے مال اور جان کے ذریعے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، یہی لوگ سچّے ہیں''۔

3۔ **اخلاص =** یعنی '' لا إله إلا الله '' کا پڑھنے والا جس طرح اللہ کی الوہیت کا اقرار کرتا ہے، اسی طرح غیر اللہ سے براءت کا اظہار بھی کرے، اسی لئے '' لا إلـــه إلا الله '' کو کلمۂ اخلاص کہا جاتا ہے اور '' قل هو الله أحد ''کو سورۃ الاخلاص اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں خالص اللہ کی توحید کا ذکر ہے اور اللہ تعالی کے لئے ہر قسم کے رشتے، شریک اور ہمسر کی نفی کی گئی ہے، لٰہذا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالی سب کچھ کرنے والا ہے لیکن فلاں بھی کچھ کم نہیں، یہ اخلاص کے منافی ہے۔

4۔ **صدق =** صدق یہ کذب یعنی جھوٹ کی ضد ہے یعنی کلمہ کو صدقِ دل سے اسکا اقرار کرے، صرف زبانی اقرار کام نہیں آئے گا، جیسا کہ اللہ نے منافقین کا تذکرہ کیا ہے

کہ وہ زبان سے تو کلمہ پڑھتے تھے لیکن انکے دل اسکی تصدیق نہیں کرتے تھے ارشاد ہے

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ﴾ (البقرۃ:8)

ترجمہ: ''بعض لوگ کہتے تو ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لائے حالانکہ در حقیقت وہ مؤمن نہیں ہیں''۔

اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' ما من أحد يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله صدقا من قلبه إلاّ حرمه الله على النار ''(بخاری : كتاب العلم)

ترجمہ: ''جو شخص سچے دل سے یہ گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالی اس کو جہنم کی آگ پر حرام کردے گا''۔

5۔ **محبت =** مرغوب اور پسندیدہ چیز کی طرف طبیعت کے میلان کو محبت کہتے ہیں اور یہ نفرت کی ضد ہے، اور یہاں محبت سے مراد یہ ہے کہ آدمی کو کلمۂ توحید اور اس کے تقاضوں سے محبت اور الفت ہو اور اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہر چیز سے حتی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ ہو اور اسی طرح اسے ان مؤمنوں سے محبت ہو جو لا إله إلا الله پر کاربند اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوں اور ان لوگوں سے دل میں نفرت ہو جو اسکے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے، اس لئے کہ جسے اللہ تعالی اور اسکے رسول سے محبت ہوگی وہ لازماً اللہ کے دین سے محبت کرے گا اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے گا اور شرک اور مشرکانہ عقائد واعمال سے نفرت کرے گا۔

ارشادِ باری ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللهِ أَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللهِ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ﴾ (البقرة:165)

ترجمہ: ''بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا کر ان سے بھی ویسی ہی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ تعالیٰ سے' اور ایمان والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں''۔

حضرت ابورزین العقیلی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا:

'' يارسول الله ! ما الإيمان ؟ فقال أن تشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمدا عبده ورسوله 'وأن يكون الله ورسوله أحب إليك مما سواهما '' (مسند أحمد)

ترجمہ: ''اے اللہ کے رسول ! ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں' وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں' اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ اللہ اور اسکے رسول تیرے ہاں سب سے زیادہ محبوب ہو جائیں''۔

6۔ **القیاد =** انقیاد' خضوع' تابعداری اور سرتسلیم خم کردینے کو کہتے ہیں' اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ '' لا إله إلا الله' اور اس کے تقاضوں کا ظاہری و باطنی طور پر تابع ہو جائے اور یہ اس وقت ہوگا جب انسان اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض پر عمل پیرا ہو اور اسکی حرام کردہ چیزوں کو ترک کردے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَأَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا

تُنْصَرُوْنَ ﴾ (الزمر:54)

ترجمہ: ''اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے مطیع بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جا سکے''۔

7۔ **قبول =** قبول کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو دل کی خوشی سے لے لینا اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ کلمہ توحید اور اسکے تقاضوں کو بسروچشم قبول کر لینا ان میں سے کسی چیز کا انکار نہ کرنا اور اس کے مقصود و مراد پر عمل پیرا ہونے کو خود پر جبر یا زبردستی نہ سمجھنا بلکہ بتسلیم ورضا قبول کرنا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ أَئِنَّا لَتَارِكُوْا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ☆ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ (الصافات:35-37)

ترجمہ: ''بلاشبہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو وہ تکبر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اس شاعر اور دیوانے کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ حالانکہ (ہمارا نبی) حق لیکر آیا تھا اور اس نے رسولوں کی تصدیق کی تھی''۔

علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یعنی اس کلمہ کو قبول کرنے میں تکبر کیا کرتے ہیں اور اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ رسولوں کی اتباع کریں۔'' (أضواء البیان:6/685)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ

مفہوم، شروط اور تقاضے

ترتیب: عبدالخالق محمد صادق

خالقِ کائنات نے عہدِ أَلَسْتُ کی یاددہانی اور اہلِ جہان کی رُشد وہدایت کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کومبعوث فرمایا' جیسا کہ مسند احمد میں ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد سے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''انبیاء علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، جن میں سے رُسلِ عظام تین سو پندرہ کی تعداد میں، ایک بہت بڑی جماعت ہے''۔

قرآن وحدیث میں ان برگزیدہ شخصیات میں سے بعض کا ذکرِ خیر مذکور ہے اور بہت سے انبیاء ورسل علیہم السلام کے اسمائے گرامی مذکور نہیں ہیں اور وہ اللہ جل شانہ کے علم میں ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِکَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ﴾ (غافر:۷۸)

ترجمہ: ''یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسلِ عظام کومبعوث کیا، جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم نے آپ کے سامنے کیا ہے اور بعض کا نہیں کیا''۔ قرآن کریم میں ۲۵ انبیاء ورسل علیہم السلام کے اسمائے گرامی مذکور ہوئے ہیں، ان میں سے 18 انبیاء علیہم

السلام کے اسمائے گرامی سورۃ الأنعام کی آیت نمبر 83 تا 86 میں مذکور ہیں (یعنی حضرت ابراہیم، اسحاق، یعقوب، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا، عیسیٰ، یحییٰ، الیاس، اسماعیل، یسع، یونس، لوط علیہم الصلاۃ والسلام) اور سات انبیاء ورسل (سیدالأنبیاء حضرت محمد ﷺ، حضرت آدم، حضرت صالح، حضرت ھود، حضرت شعیب، حضرت ادریس، حضرت ذوالکفل علیہم الصلاۃ والسلام) کے اسمائے گرامی مختلف مقامات پر وارد ہوئے ہیں۔ اور جمہور کی رائے کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام بھی اللہ کے نبی ہیں اور دو انبیاء علیہم السلام کا ذکر حدیثِ پاک میں موجود ہے : حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام۔

انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے، اس لئے اللہ تعالی نے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کو بنی نوعِ انسان میں سے ہی مبعوث فرمایا۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُوْحِیٓ اِلَیْهِمْ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل:۴۳)

ترجمہ: ''ہم نے آپ سے قبل بھی صرف مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، پس اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے دریافت کرلیا کرو''۔

اور اللہ تعالی نے اپنے محبوبِ مکرم جناب محمد ﷺ سے بھی یہی اعلان کروایا:

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل:۹۳)

ترجمہ: ''فرمادیجئے! پاک ہے میرا رب! میں تو صرف ایک رسول بنا کر بھیجا ہوا انسان ہوں''۔ سورۃ الکہف میں فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰىٓ اِلَيَّ ﴾ (الکھف:۱۱۰)

ترجمہ:''فرما دیجئے ! میں تو آپ کی ہی طرح بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے''
(یعنی آپ جنسِ انسانی سے ہیں لیکن وحی کے ذریعے آپ کو باکمال بنا دیا گیا ہے، لہذا آپ سید البشر اور امام الأنبیاء ہیں۔)

اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالی نے انبیاء علیہم السلام کو بنی نوعِ انسان کے لئے اسوہ اور قابلِ اتباع و پیروی بنا کر بھیجا ہے، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب ان میں مبعوث نبی یا رسول ان کی جنس سے ہو اور اسے انسانی حوائج و عوارض درپیش ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جب قریشِ مکہ نے آپ ﷺ کی بشریت کی بنا پر آپ کی نبوت کا انکار کیا تو اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴾ (بنی اسرائیل:۹۵)

ترجمہ:''فرما دیجئے! اگر زمین میں فرشتے ہوتے (کہ اس میں) چلتے پھرتے اور آرام کرتے (یعنی بستے) تو ہم ان کے پاس فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتے''۔

نیز نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرتِ مقدسہ کو اللہ تعالی نے امت کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے، ارشادِ باری ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الممتحنة:٦)

ترجمہ:''بے شک رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں آپ کے لئے بہترین نمونہ ہے''
اور اسوہ کامل ہونے کا تقاضہ ہے کہ آپ اشرف المخلوقات بنی نوعِ انسان سے ہوں اور

بشریت کی سیادت کے مقامِ اعلی و ارفع پر فائز ہوں۔ لہذا اللہ تعالی کا انبیاء و رسل علیہم السلام کو بنی نوعِ انسان میں سے مبعوث کرنا انسانیت کے لئے بہت بڑا اعزاز اور شرف ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت پر اللہ تعالی کا احسانِ عظیم بھی ہے۔

نسبِ مبارک :۔ تمام انبیائے کرام اور رسلِ عظام علیہم السلام اپنے دور میں حسب و نسب، شکل و صورت، سیرت و کردار اور عقل و فہم کے اعتبار سے تمام لوگوں سے اکمل اور افضل و ممتاز ہوتے ہیں، حدیث پاک میں ہے :

حضرت واثلة بن الأسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا، اور اولادِ اسماعیلؑ میں سے کنانہ قبیلے کو منتخب فرمایا، اور کنانہ میں سے قریش کو پسند کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو فوقیت عطا کی اور بنو ہاشم میں سے مجھے فضیلت بخشی ہے۔
(رواہ مسلم)

اسی طرح جب شاہِ روم ہرقل نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) سے نبی اکرم ﷺ کے حسب و نسب کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا تھا: ''هو فينا ذو نسب'' وہ ہم میں اعلی حسب و نسب والے ہیں۔ تو ہرقل نے کہا تھا: ''كذلك الرسل تبعث في نسب قومها'' کہ ایسے ہی پیغمبرانِ عظام علیہم السلام اپنی قوموں میں عالی نسب ہوتے ہیں۔
(البدایة والنهایة:۴/۲۶۴)

نسب نامہ :۔ کتبِ سیر و تاریخ میں سید البشر امام المرسلین ﷺ کا نسبِ مبارک

یوں مذکور ہے: ''اِمام الأ نبیاء سیدنا ابوالقاسم محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اور سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے.

والدہ ماجدہ :۔سیدہ آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ۔

ولادت با سعادت :۔اس پر اتفاق ہے کہ نبی رحمت ﷺ کی عالمِ دنیا میں تشریف آوری عام الفیل کو حادثہء فیل کے ۵۵ روز بعد پیر کے روز ہوئی، لیکن تاریخ کی تحدید میں اختلاف ہے، بعض نے ۲، بعض نے ۸، اور بعض نے ۹، اور بعض نے ۱۲/ ربیع الأول ذکر کی ہے۔ لیکن مشہور ماہر فلکیات محمود پاشا فلکی، علامہ قاضی سید محمد سلیمان منصور پوری اور دیگر محققین نے ۹/ ربیع الأول کو ترجیح دی ہے، لہذا ہمارے نبی اکرم ﷺ موسمِ بہار میں دوشنبہ سوموار کے دن ۹/ ربیع الأول عام الفیل بمطابق ۲۲/ اپریل ۵۷۱ء بمطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی کو مکّہ معظّمہ میں بعد از صبحِ صادق وقبل از طلوعِ نیّر عالم تاب پیدا ہوئے۔ (رحمۃ للعالمین: ۳۵)

آپ کی ولادت با سعادت شعبِ بنی ہاشم میں ہوئی اور یہ انوشیروان کی تخت نشینی کا چالیسواں سال تھا۔ (الرحیق المختوم: ۸۳)

سیرت طیبہ :۔سیرت سے مراد کسی شخص کی شکل وصورت اور اس کے افعال

وکردار ہوتے ہیں، بعد میں یہ لفظ مذہب اور طرزِ زندگی کے لئے مستعمل ہوا، لہذا ''سیرۃ النبی ﷺ'' سے مراد آپ کا حسن وجمال، اخلاقِ حمیدہ، خصالِ جمیلہ اور منہجِ حیاتِ طیبہ ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ اپنی رعنائی وزیبائی اور حسنِ صورت میں بھی پوری مخلوق میں بے مثال اور حُسنِ سیرت وکردار میں بھی لاجواب ہیں۔

حلیہء مبارکہ :۔شاعرِ اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جمالِ رسولِ مقبول ﷺ کی خوب نقشہ کشی فرمائی ہے:

وَأَحْسَنَ مِنکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنٌ   وَأَجْمَلَ مِنکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً ا مِنْ کُلِّ عَیْبٍ   کَأَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

(اے محبوبِ کائنات ﷺ) آپ سے بڑھ کر خوبرو انسان چشمِ کائنات نے کبھی نہیں دیکھا، اور آپ سے بڑھ کر خوبرو بیٹے کو کسی ماں نے جنم نہیں دیا، آپ کو عیوب ونقائص سے یوں مبرا پیدا کیا گیا ہے، جیسا کہ آپ کی تخلیق خالقِ کائنات نے آپ کی چاہت کے مطابق کی ہو۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ گورے رنگ، پُرملاحت چہرے اور میانہ قد وقامت والے تھے۔ (مسلم)

اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا قد مبارک نہ زیادہ لمبا اور نہ ہی بالکل پست تھا بلکہ درازی مائل میانہ قد تھا، موئے مبارک نہ بہت زیادہ گھنگھریالے نہ بالکل کھڑے کھڑے، رُخسار مبارک نہ بہت زیادہ پُرگوشت نہ تھوڑی چھوٹی اور نہ پیشانی پست، چہرہ انور کسی قدر گولائی لئے ہوئے، رنگ گورا گلابی،

چشمہائے مبارکہ سرگین ہلکی سُرخی لئے ہوئے، دراز پلکیں، جوڑوں اور دوشہائے مبارکہ کی ہڈیاں بڑی بڑی، سینہءِ پاک سے ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر، باقی جسمِ اطہر بالوں سے خالی، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں پر گوشت، چلتے تو گویا ڈھلوان پر چل رہے ہوں، جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے وجود کے ساتھ متوجہ ہوتے، آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی، آپ ﷺ خاتم النبین تھے، سب سے زیادہ سخی دست اور بہادر، صادق و امین اور پیکرِ وفا تھے، نرم خو اور خوش مزاج تھے، شرفِ زیارت حاصل کرنے والا بے ساختہ پکار اٹھتا کہ آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ ﷺ جیسا کوئی نہیں دیکھا ہے۔ (ترمذی)

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا دہنِ مبارک کشادہ، آنکھیں ہلکی سُرخی لئے ہوئے اور ایڑیاں باریک تھیں۔ (مسلم)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سامنے کے دونوں دانت الگ الگ تھے، جب گفتگو فرماتے تو ان کے درمیان سے جیسا کہ نور نکل رہا ہو۔ (ترمذی)

اور ایک مرتبہ آپ ﷺ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے، پسینہ آیا تو چہرہ انور کی دھاریاں چمک اٹھیں، امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس وقت ابوکبیر ہذلی کا یہ شعر پڑھا:

وَإِذَا نَظَرْتَ إِلَى أَسِرَّةِ وَجْهِهِ   بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

ترجمہ: جب ان کے چہرے کی دھاریاں دیکھو تو وہ یوں چمکتی ہیں جیسے روشن بادل چمک

رہا ہو۔ (الرحیق المختوم: ٢٤٦)

فضائلِ سیّد المرسلین ﷺ:۔

اللہ رب العزت نے انبیاء و رسلِ عظام علیہم السلام کو منصبِ نبوت و رسالت سے سرفراز فرما کر بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾ (البقرۃ: ۲۵۳)

ہم نے ان (باعظمت) رسولانِ گرامی میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا﴾ (الاسراء: ۵۵)

ترجمہ: ''ہم نے بعض انبیائے کرام کو بعض پر فضیلت بخشی اور داؤدؑ کو زبور عطا کی ہے''۔

اور خاتم النبیین، جناب محمد ﷺ کو تمام پیغمبرانِ گرامی قدر پر فوقیت عطا فرمائی ہے، جیسا کہ میثاقِ انبیاء علیہم السلام، معراج شریف کے موقعہ پر تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت، اور روزِ محشر شفاعت کبریٰ سے ظاہر ہے، اور اسی طرح آپ کی فضیلت سے متعلق بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں سے چند ایک کا بالاختصار تذکرہ کیا جاتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم علیہ السلام نے فرمایا:

''مجھے چھ چیزوں کے ساتھ باقی انبیاء پر فضیلت عطا کی گئی ہے: مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے، اور دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے، میرے لئے مالِ غنیمت حلال

کیا گیا ہے، میرے لئے زمین کو مسجد (اور اس کی مٹی تیمّم کے لئے) پاکیزہ قرار دی گئی ہے ، مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ مبارکہ ختم کر دیا گیا ہے''۔(**مسلم**) یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ ظلی نہ بروزی۔ اور جو نبوت کا دعوی کرے گا وہ کذاب ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا:

''میں قیامت کے روز تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، اور میں ہی سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہونگا جس کی شفاعت قبول کی جائے گی''.(**مسلم**)

اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا:

''قیامت کے دن میں انبیاء علیہم السلام کا امام وخطیب اور ان میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہونگا، یہ فخر کی بات نہیں (بلکہ اللہ کا فضل ہے)''۔ (**ترمذی**)

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہونگا، اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا، اور آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اور سب سے پہلے مجھ پر سے زمین شق ہوگی، میں ان چیزوں پر فخر نہیں کرتا'' (بلکہ اللہ کا شکر گذار ہوں) (ترمذی)

اور جہاں تک کردار کی عظمت اور حسنِ سیرت کا تعلق ہے تو اسکا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے جب اپنی دعوت کا آغاز فرمایا تو اپنی پوری قوم کو مخاطب

کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ **فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ** ﴾ (یونس:۱۶)

ترجمہ:''میں نے تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ (چالیس سال) گذارا ہے، کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ تو سب نے بیک زبان کہا تھا:''**ما جرّبنا علیک کذبًا**'' آپ صادق ہیں ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔(صحیح البخاری مع الفتح:۸/۳۶۰)

اور مخالفین بھی آپ کو''**الصادق**''اور''**الأمین**''کے لقب سے یاد کرتے تھے اور اللہ تعالی نے قرآن کریم میں آپ کی سیرت طیبہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ **وَإِنَّکَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ** ﴾ (القلم:۴)

ترجمہ:''آپ خلقِ عظیم کے اعلی مراتب پر فائز ہیں''۔

اور فرمایا:﴿ **وَمَآ اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ** ﴾ (الأنبیاء:۱۰۷)

ترجمہ:''ہم نے تو آپ کو تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

ایک اور مقام پر تو اللہ تعالی نے حد کر دی ہے، ارشاد ہے:﴿ **لَعَمْرُکَ** ﴾ (الحجر:۶۴)

ترجمہ:''اے میرے حبیب ﷺ! مجھے آپ کی عمر مبارک کی قسم''۔

یعنی اس شخص کی سیرت و کردار سے اعلی سیرت کس کی ہو سکتی ہے جس کی پوری عمر پاک کی قسم خود خالقِ کائنات اٹھائے، اسی لئے جب امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپکی سیرت طیبہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمانے لگیں:

''**کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ**'' کہ پورا قرآن کریم آپکی سیرت طیبہ کا حسین پرتو ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:۴/۴۲۵)

گویا اللہ تعالی نے حسن و جمال اور اخلاق و عادات کی تمام خوبیاں اور کمالات اور اعلی صفات آپ کی ذاتِ گرامی میں جمع فرما دی تھیں۔اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"**إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ** "(مؤطا)

ترجمہ: "مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے"۔

حُبُّ النّبی ﷺ:۔

نبی رحمت ﷺ کے ساتھ تمام مخلوقات حتی کہ اپنے جسم و جان سے بھی زیادہ محبت کرنا ایمان کا جزو لازم ہے۔ارشاد باری ہے:

﴿ **قُلْ إِنْ كَانَ آبَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَأَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ** ﴾(التوبۃ:۲۴)

ترجمہ:"(اے میرے حبیب ﷺ!) فرما دیجئے! اگر تمہارے آباء واجداد، اولاد واحفاد، برادران، بیویاں، قبیلہ وخاندان، اور کمایا ہوا مال ومنال اور تجارتی کاروبار جس میں تمہیں نقصان کا اندیشہ ہے، اور تمہارے پسندیدہ قصور ومحلات تمہیں اللہ تعالی اور اس کے رسول (ﷺ) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں، تو پھر حکمِ الٰہی (عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ تعالی فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

"یہ آیتِ کریمہ اللہ تعالی اور اس کے رسولِ کریم ﷺ سے محبت کی فرضیت پر دلالت

کرتی ہے اور یہ محبت ہر عزیز اور پیاری چیز کی محبت پر مقدم ہے"(تفسیر القرطبی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"**لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ**" (مسلم)

ترجمہ:"کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد، اہل وعیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں"۔

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے حضرت عمر کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:"اے اللہ کے رسول! آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب وپیارے ہیں" تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"**لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ! حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ" فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللّٰهِ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ" فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "اَلْآنَ يَا عُمَرُ**" (بخاری)

ترجمہ:"(آپ ﷺ نے فرمایا) ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، حتی کہ میں آپ کے نزدیک آپ کی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں (تب تک تمہارا ایمان کامل نہ ہوگا) تو حضرت عمر نے عرض کی: اللہ کی قسم! اب آپ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عمر! یہ ہے (ایمان کی) اصل حقیقت"۔

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان ''اَلْـآنَ یـاَ عُمَر'' کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ اس مطلب یہ ہے کہ: ''یعنی تمہارا ایمان اب مکمل ہوا ہے'' (عمدۃ القاری)

نبی اکرم ﷺ سے محبت کی علامتیں:۔

ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب نے چند علامات کا تذکرہ کیا ہے:

۱۔ نبی اکرم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب۔

۳۔ نبی اکرم ﷺ پر جان و مال نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت کامل استعداد۔

۴۔ نبی اکرم ﷺ کی سنت کی حمایت وتائید اور آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع۔

جس شخص میں یہ نشانیاں موجود ہوں وہ اللہ عزوجل کا شکرادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں اپنے حبیب ﷺ کی محبت ڈالی ہے۔

(نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں: ص۲۴)

اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تکریم، آپکے اہلِ بیتِ کرام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کرنا بھی آپ ﷺ سے محبت کی علامتیں ہیں۔

اطاعت اور اتباع :۔اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رُشد و ہدایت کے لئے انبیائے کرام اور رُسلِ عظام علیہم الصلوۃ والتسلیم کو مبعوث کیا' ان کی بعثت کا مقصد اور غرض وغایت یہ تھی کہ اہلِ جہاں ان کے ارشادات اور نواہی کی تعمیل اور ان کی سنتوں اور طریقوں کی اتباع وپیروی کریں۔ارشادِ باری ہے:

﴿**وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ**﴾(النساء:۶۴)

ترجمہ:''ہم نے تمام رسولوں کو صرف اسلئے مبعوث کیا کہ اللہ کے حکم سے انکی اتباع کی جائے''۔

اور چونکہ انبیاء اور رسل علیہم الصلوۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ کے پیغامبر اور احکامِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچانے والے ہوتے ہیں، اس لئے ان کی فرمانبرداری در اصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ارشادِ باری ہے:

﴿**مَن يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ**﴾(النساء:۸۰)

ترجمہ:''جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی''۔اس لئے کہ آپ علیہ السلام ﴿**وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى**﴾(النجم:۳/۴) ترجمہ:''آپ (نبی اکرم ﷺ) اپنی مرضی سے کچھ نہیں فرماتے، بلکہ وہ تو وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے''۔

آیاتِ مذکورہ سے واضح ہے کہ امت پر نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری فرض ہے۔اور آپ کے ارشاداتِ گرامی اور سنتِ مطہرہ کی مخالفت حرام ہے۔ارشاد ہے:

﴿**فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ**﴾(النور:۶۳)

ترجمہ: ''اس (رسولِ اکرم ﷺ) کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیئے کہ کہیں وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہوجائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے''۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ :'' **كُلُّ أُمَّتِيْ**

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى ، قِيْلَ وَمَنْ أَبٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : مَنْ أَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ أَبٰى " (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری تمام امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا'' آپ سے دریافت کیا گیا کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا:''جس نے میری پیروی کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو گویا اس نے انکار کیا''۔

☆ آپ ﷺ کی اطاعت رُشد وہدایت کا واحد ذریعہ ہے۔ارشادِ باری ہے:

﴿وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ (النور:۵۴)

ترجمہ:''اگر انکی (نبی ﷺ) کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤ گے''۔

☆ آپ ﷺ کی اطاعت وپیروی ہی محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ارشادِ ربانی ہے: **﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾** (آلِ عمران:۳۱)

ترجمہ: ''(اے نبی ﷺ) فرمادیجئے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت بھی کرے گا اور تمہارے گناہ بھی بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے''۔

☆ آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری قبولیتِ اعمال کے لئے شرط ہے، ارشاد ہے:

﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد:۳۳)

ترجمہ:''اے اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو''۔یعنی عمل میں اخلاص کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی اطاعت وپیروی شرط ولازم ہے۔

اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''**مَنْ أَحْدَثَ فِیْ أَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ** ''(بخاری ومسلم)

ترجمہ:''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے''۔

مذکورہ نصوص سے واضح ہے کہ ایک نبی اکرم ﷺ کا طریقہ اور طرزِ عمل ہے جسکو اختیار کرنا فرض ہے اور اسکے مقابلے میں ایک وہ طریقہ ہے جو مردود ہے، آپ ﷺ کے طریقے کو سنت اور جو کام دین میں نیا ایجاد کیا جائے اسے بدعت کہا جاتا ہے۔

سنتِ رسول ﷺ کا مفہوم :

نبی کریم ﷺ سے بسندِ صحیح ثابت شدہ اقوال وافعال اور تقریرات کو سنت یا حدیث کہا جاتا ہے، یعنی آپ نے امت کو جو کام کرنے کا حکم دیا، یا منع کیا، یا جو کام امت کو عملی طور پر کر دکھائے یا جو کام آپ ﷺ کی موجودگی میں کئے گئے اور آپ نے ان پر خاموشی اختیار کی اور منع نہیں کیا (تقریرات) سنت یا احادیث کہلاتی ہیں۔

بدعت کی تعریف:

دین اسلام میں ایجاد کردہ ہر وہ نیا کام جسکی اصل نبی اکرم ﷺ اور آپکے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو بدعت کہلاتا ہے۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

'' **مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ** ''(بخاری ومسلم)

ترجمہ: ''جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے حکم کے مطابق نہیں ہے تو وہ مردود اور نا قابلِ قبول ہے'' ۔مثلاً اذان سے پہلے کچھ پڑھنا، کیونکہ اذان نبی پاک کے زمانہ میں بھی دی جاتی تھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ'' **اللہُ أکبَرُ** '' سے اذان شروع کرتے تھے،اب اپنی طرف سے اضافہ کرنا خلافِ سنت ہوگا اسی طرح نماز کے لئے بول کر نیت بھی نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں اور اسی طرح تیجا، ساتواں، دسواں، چالیسواں، اور گیارہویں وغیرہ ۔

اور آپ نے مزید فرمایا:

'' **فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِيْ النَّارِ** ''

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

ترجمہ: ''بلا شبہ دین میں ایجاد شدہ ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی انسان کو آگ میں لے جائیگی'' ۔العیاذ باللہ۔

مذکورہ حدیث پاک نص صریح ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے، لہذا جس حدیثِ پاک سے استدلال کر کے بدعتِ حسنہ اور سیئہ کی تقسیم کی جاتی ہے وہ استدلال درست نہیں ہے، کیونکہ ایک تو وہ کام نبی پاک ﷺ کی موجودگی میں ہوا یعنی صدقہ دینے کا اور دوسرا اس کا حکم پہلے موجود تھا وہ کوئی نیا کام نہیں تھا۔

اور دوسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب تراویح کا باجماعت اہتمام کروایا تو اس وقت ان کا یہ فرمان: ''**نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ** '' یہ لفظ اس کے لغوی معنی میں مستعمل ہوا، یعنی

آپ نے تراویح کا باجماعت اہتمام اپنی طرف سے نہیں کیا تھا بلکہ نبی پاک ﷺ کے زمانے میں ایسا ہو چکا تھا تو اس کی اصل موجود تھی آپ نے تو ایک ثابت شدہ سنت کا احیاء کیا تھا لہذا اس سے بدعتِ حسنہ کے لئے راہ نکالنا درست نہیں ہے ۔لہذا دینی امور میں جو کام نبی اکرم ﷺ نے کیا یا حکم دیا یا آپ کی موجودگی میں ہوا اور آپ ﷺ نے سکوت فرمایا، اسے کرنا سنت ہے اور جسے آپ نے ترک کیا ہے اسے چھوڑنا سنت ہے، شریعت کے کاموں میں کرنے کی دلیل طلب کی جاتی ہے یہ نہیں کہا جاتا کہ اگر کیا نہیں تو منع کہاں کیا ہے؟ کیونکہ یہ اتباع کے مفہوم کے منافی ہے اور اسی طرح عادات مثلاً لباس اور سواری وغیرہ کو عبادات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ حدیث پاک واضح ہے '' **أمرنا** ''یعنی امر دین۔اور اسی طرح جس کام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو جائے وہ بھی سنت کے ضمن میں آتا ہے ، کیونکہ ارشادِ نبوی ہے :

''**عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ** ''(ابوداؤد۔ترمذی)

لہذا ہمارے لئے واجب الاِ تباع نبی اکرم ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے ، اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'' **لَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ** ''(صحیح مسلم)

ترجمہ'': اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے'' ۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'' **مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ لِقَوْلِ أَحَدٍ**''(صحیح بخاری)

ترجمہ: ''میں کسی شخص کے قول پر نبی ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا'' ۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إذا قلت قولا یخالف کتاب الله وخبر الرسول ﷺ فاترکوا قولی''

(صفۃ الصلاۃ: بحوالہ ''الإیقاظ'')

ترجمہ: ''اگر میرا کوئی قول ایسا ہو جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول ﷺ کی حدیث کے خلاف ہو تو میرے قول کو ترک کردو''۔

نیز فرمایا: ''إذا صحّ الحدیث فهو مذهبی'' (صفۃ الصلاۃ: بحوالہ ابن عابدین)

ترجمہ: ''صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔ یعنی جب آپ کو صحیح حدیث مل جائے تو اس کو میرا مذہب سمجھو''۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''إنّما أنا بشر أخطیء وأصیب، فانظروا فی رأیی، فکلّ ما وافق الکتاب والسنّة فخذوه، وکلّ مالم یوافق الکتاب والسنّة فاترکوه'' (صفۃ الصلاۃ: بحوالہ ابن عبدالبر)

ترجمہ: ''میں بشر ہوں، میری بات صحیح بھی ہوسکتی ہے اور غلط بھی، لہٰذا میرے اقوال کو دیکھو، ان میں جو اللہ کی کتاب اور نبی پاک کی حدیث کے مطابق ہو اسے پکڑ لو، اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو''۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کلّ ما قلت فکان عن النبی ﷺ خلاف قولی مما یصح فحدیث النبی ﷺ أولی فلا تقلدونی'' (صفۃ الصلاۃ)

ترجمہ: ''میرے جتنے اقوال ہیں اگر ان کے خلاف نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث مل جائے تو حدیثِ نبوی کی پیروی اختیار کرو اور میری تقلید نہ کرو''۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رأی الأوزاعی ورأی مالک ورأی أبی حنیفة کلّها رأی وهو عندی سواء وإنّما الحجّة فی الآثار'' (صفۃ الصلاۃ: بحواله إبن عبد البر)

ترجمہ: ''امام اوزاعیؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ سب کی رائے ان کی اپنی رائے ہے، میرے نزدیک سب آراء برابر ہیں، قابلِ حجت صرف اور صرف احادیثِ مبارکہ ہیں''۔

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے امت کو یہی درس دیا ہے جو کہ ان برگزیدہ شخصیات رحمہم اللہ نے ہم تک پہنچایا آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''تَرَکْتُ فِیْکُمْ أَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِی''

(مؤطا۔ مسند احمد)

ترجمہ: ''میں آپ میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے گمراہ نہیں ہوگے، وہ اللہ کی کتاب اور میری سنت (حدیث) ہے''۔

لہٰذا کلمہ گو مومن کو ہر عمل کرنے سے پہلے دیکھنا چاہیئے کہ اس عمل میں نبی اکرم ﷺ کا اسوہ اور طرزِ عمل کیا ہے اور اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیئے، مثلاً وضو کرنے سے پہلے جاننا ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ وضو کیسے کیا کرتے تھے اور نماز پڑھنے سے پہلے دیکھنا چاہیئے کہ احادیثِ صحیحہ میں نبی اکرم ﷺ کا طریقہ نماز کیا ہے؟ تاکہ اس کے مطابق نماز ادا ہو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت حاصل کرے، کیونکہ آپ کی سنت مطہرہ سے ہٹ کر کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو قبول نہیں۔ وعلی هذا القیاس۔

وفات النبي ﷺ :۔ رحمتِ عالم ﷺ نے تبلیغ نبوت ورسالت کے ۲۳ سالہ دور میں دنیا میں وہ فقید المثال اور عظیم الشان انقلاب بپا کیا کہ تاریخِ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔قانونِ الٰہی ﴿ **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ** ﴾ یعنی ''ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے'' کے مطابق آپ ﷺ بھی اپنے فرائض کی نہایت کامیابی کے ساتھ انجام دہی کے بعد بالآخر ۱۲/ ربیع الأول ۱۱ھ بروزِ سوموار چاشت کے وقت دنیا سے رخصت ہوکر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۶۳ سال اور چار دن ہوچکی تھی اور مدینہ طیبہ میں امّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حجرہ مبارکہ میں مدفون ہوئے، اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ثابت ہوا ﴿ **اِنَّكَ مَيِّتٌ وَ اِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ** ﴾ ترجمہ: ''(اے میرے حبیب) آپ بھی اس جہانِ فانی سے رخصت ہونے والے ہیں اور یہ بھی موت کا شکار ہونے والے ہیں''.

آپ ﷺ رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے، لیکن آپکی نبوت ورسالت قیامت تک کیلئے جاری وساری ہے، آپ کے بعد نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ ہی آپکی امت کے بعد کوئی نئ امت آئے گی.

اللهمّ صلّ وسلّم دائما ابدا على حبيبک خير الخلق كلّهم

نبی اکرم ﷺ پر درود :۔ نبی اکرم ﷺ کی امت پر شفقتیں اور دین کے لئے جدوجہد اور امت کی بخشش کے لئے محنت وکاوش کا تقاضہ یہ ہے کہ امت آپکی ذاتِ اقدس پر بکثرت درود وسلام بھیجے، آپ پر درود وسلام نہ بھیجنے والا بخیل اور جنت سے دور ہے۔(بخاری۔ترمذی).

آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھنے سے اللہ تعالی کی دس رحمتیں حاصل ہوتی، انسان کے دس گناہ معاف ہوتے اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔(صحیح الأدب المفرد)

اور کوئی مومن ومؤحد جس قدر زیادہ درود پڑھے گا اسی قدر آپکی شفاعت کا مستحق ہوگا۔

اللّهم صلّ على محمد وعلى آل محمد كما صلّيت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنّک حميد مجيد، اللّهم بارک على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنّک حميد مجيد.

پیارے رسول ﷺ کی پیاری نماز

ترتیب: عبدالخالق محمد صادق

آدابِ وضو: نماز کیلئے وضو شرط ہے، بغیر وضو کے نماز قبول نہیں ہوتی، ارشاد باری ہے: ﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ أَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾ (المائدۃ/۹)

ترجمہ: ”اے ایمان والو: جب تم نماز پڑھنا چاہو تو اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ، سر کا مسح کرو اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو“۔

اور ارشاد نبوی ہے: ”اگر کسی کا وضو نہ رہے تو جب تک وہ وضو نہ کر لے اسکی نماز قبول نہیں ہوتی“۔ (متفق علیہ)

فضائل وضو

1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب کوئی مومن یا مسلمان وضو کرتے ہوئے اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے تمام صغیرہ گناہ دھل جاتے ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کئے ہوتے ہیں، اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں سے ہونے والے گناہ پانی کے ساتھ ہی یا آخری قطرے کے ساتھ گر جاتے ہیں، اور جب پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے ساتھ سرزد ہونے والے صغیرہ گناہ، جن کے لئے وہ چل کر گیا ہو، پانی کے ساتھ یا پانی کا آخری قطرہ گرنے کے ساتھ

ہی جھڑ جاتے ہیں، حتی کہ وہ صغیرہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے“۔ (مسلم)

2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے روز میری امت کو بلایا جائے گا تو انکے وضو والے اعضاء چمکتے ہونگے“۔ (متفق علیہ)

وضو کا طریقہ: وضو کیلئے پانی کا طاہر اور مطہر ہونا ضروری ہے، یعنی وہ پانی پاک ہو اور دوسری چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، جیسا کہ عام پانی خواہ وہ ٹیوب ویل، نلکے یا نہر کا ہو اور سمندر کا پانی وغیرہ، کیونکہ یہ ماءِ مطلق ہے اور اس میں دونوں صلاحیتیں موجود ہیں۔ لیکن دودھ، شربت، لسّی، نبیذ وغیرہ کے ساتھ وضو نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ خود تو پاک ہیں لیکن ان میں کسی دوسری چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت موجود نہیں۔

1۔ **مسواک کرنا**: وضو سے پہلے مسواک کرنا مستحب ہے، یہ نبی اکرم ﷺ کی محبوب سنت ہے۔

1) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں اپنی امت کیلئے مشکل نہ جانتا تو انہیں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے کا حکم دیتا“۔ (بخاری)

2) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسواک منہ کی صفائی اور اللہ کی رضامندی کے حصول کا ذریعہ ہے“۔ (نسائی)

2۔ **نیّت کرنا**: وضو سے پہلے دل میں وضو کی نیت کرنی چاہیئے، کیونکہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے“۔ (بخاری ومسلم)

3۔ **تسمیہ**: وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بسم اللہ نہیں پڑھتا اس کا وضو نہیں ہے''۔
(ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

نوٹ :اگر ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لینے سے وضو صحیح ہوگا، اگر وضو کی جگہ باتھ روم کے اندر ہو تو داخل ہونے سے پہلے وضو کی نیت سے بسم اللہ پڑھ لینا کافی ہوگا۔

4۔دونوں ہاتھ کلائی کے جوڑ تک تین مرتبہ دھوئیں۔

5۔دائیں ہاتھ میں پانی لیکر تین مرتبہ کلی کریں اور تین مرتبہ ہی ناک میں اچھی طرح پانی چڑھائیں اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کریں۔

6۔تین مرتبہ چہرے کو پیشانی کے بالوں کی جڑوں سے لیکر ٹھوڑی کے نیچے تک اور دائیں کان سے بائیں کان تک دھوئیں اور داڑھی کا خلال کریں۔

7۔دایاں بازو کہنی سمیت تین مرتبہ دھوئیں اور پھر بایاں بازو کہنی سمیت تین مرتبہ دھوئیں۔

8۔پھر ہاتھوں کو پانی سے تر کر کے سر کا مسح کریں (دونوں ہاتھ سر کے اگلے حصہ سے شروع کر کے پیچھے گدی تک لے جائیں اور پھر پیچھے سے آگے اسی جگہ لے آئیں جہاں سے مسح شروع کیا تھا)

9۔پھر کانوں کا مسح اس طرح کریں کہ شھادت کی انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخوں میں داخل کریں اور ان سے کانوں کے اندر والے حصے کا مسح کریں اور انگوٹھوں کے ساتھ کانوں کی پشت (یعنی باہر والے حصہ) کا مسح کریں۔

نوٹ: 1۔سر اور کانوں کا مسح ایک ہی بار کیا جائے گا۔2۔کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینا ضروری نہیں ہے کیونکہ کان سر ہی کا حصہ ہیں۔3۔گردن کا مسح کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اس بارے میں جو روایت مشہور ہے اس کے متعلق امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ بالاتفاق ضعیف ہے۔

10۔پھر دایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار اور پھر بایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین مرتبہ دھوئیں اور انگلیوں کا خلال کریں۔(بخاری و مسلم)

وضو کے بعد کی دعائیں : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی اچھی طرح وضو کرے پھر یہ دعا پڑھے تو اسکے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جاتے ہیں جس سے چاہے داخل ہو جائے''۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ (مسلم)

ترجمہ: ''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔اور اسی طرح یہ دعا بھی پڑھنی چاہئے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (ترمذی)

ترجمہ: ''اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں میں کر''۔

نوٹ :ا۔وضو کے بعد دعا پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف منہ اٹھانا اور انگلی کا اشارہ کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

۲۔اسی طرح ہرعضو کو دھوتے وقت مخصوص دعائیں پڑھنا بھی نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔

۳۔یادرہے کہ اگر کسی کا وضو نہ ٹوٹے تو وہ ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کرسکتا ہے۔ حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں اور موزوں پر بھی مسح کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آج آپ نے وہ کام کیا جو آپ پہلے نہیں کیا کرتے تھے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمرؓ! میں نے ایسا جان بوجھ کر کیا''۔ (یعنی تاکہ آپ کو اس کا جواز معلوم ہو سکے) (مسلم)

۴۔وضو یا غسل کے بعد تولیہ یا اور کسی چیز سے جسم خشک کرنا جائز ہے۔(ترمذی)

نواقضِ وضو: ان چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:

۱۔سبیلین یعنی قبل و دبر سے کسی چیز کے خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً بول و براز، منی، مذی، ودی اور ہوا وغیرہ۔

۲۔گہری نیند، یعنی ایسی نیند جس میں انسان کا اپنے اعضاء پر کنٹرول اور اختیار نہ رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دونوں آنکھیں دُبر کا تسمہ ہیں، پس جو آدمی سو جائے اسے چاہیئے کہ دوبارہ وضو کرے''۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ) لیکن اگر نیند گہری یا ثقیل نہ ہو مثلاً نماز کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے اونگھ آجائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ نماز عشاء کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے اونگھنے لگ جاتے اور پھر اسی طرح نماز ادا کر لیتے

دوبارہ وضو نہیں کرتے تھے۔(مسلم)

۳۔جنون، بے ہوشی یا نشے کی حالت میں وضو باقی نہیں رہتا۔

۴۔کپڑے کے بغیر شرمگاہ کو ہاتھ لگنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنی شرمگاہ کو چھوئے اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو اسے وضو کرنا چاہیئے''۔(صحیح الجامع الصغیر)

۵۔اونٹ کا گوشت کھانے سے۔ نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا: کیا ہم بکری کا گوشت کھانے سے وضو کریں؟ تو آپ نے فرمایا: ''اگر چاہیں تو کرلیں اور چاہیں تو نہ کریں'' پھر صحابیؓ نے پوچھا کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے؟ تو فرمایا: ''وضو کریں''۔

۶۔حیض، نفاس، استحاضہ اور لیکوریا سے۔

نوٹ: سلس البول اور تبخیر کے دائمی مریض وغیرہ کے لئے نماز کے لئے ایک مرتبہ وضو کرلینا ہی کافی ہوگا، نیز قئے، نکسیر اور خون و پیپ اگر سبیلین کے علاوہ کسی جگہ سے خارج ہوں تو ان سے وضو نہیں ٹوٹتا، کیونکہ اس سلسلے کی تمام روایات سخت ضعیف ہیں۔

تیمّم: اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتسلیم پر یہ احسانِ عظیم فرمایا ہے کہ اگر نماز کا وقت ہو جائے اور تلاشِ بسیار کے باوجود پانی نہ ملے، یا پانی موجود ہو لیکن اس کے استعمال سے بیماری میں اضافہ کا خدشہ ہو، یا سفرِ دراز میں پانی تو ہمراہ ہو لیکن اتنا تھوڑا ہو کہ اگر اس سے وضو کرلیا جائے تو پینے کے لئے باقی نہ رہے، یا پانی تو موجود ہو لیکن دشمن کے قبضے میں ہو، یا وہاں کوئی درندہ موجود ہو، جس کی وجہ سے حصولِ آب کی کوشش میں جان کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں پاکیزہ مٹی یا اس کی جنس کے ساتھ تیمّم

کر کے نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ارشادِ باری ہے:

﴿ **فَلَمْ تَجِدُوْ مَآءً فَتَيَمَّمُوْ ا صَعِيْدًا طَيِّبًا** ﴾ (النساء:۴۳)

ترجمہ: ''پس اگر آپ کو پانی میسر نہ آئے تو پاکیزہ مٹی سے تیمّم کرلیا کرو''.

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''بے شک پاکیزہ مٹی مسلمان کے طہارت حاصل کرنے کا سامان ہے، اگر چہ کہ اسے دس سال تک پانی میسر نہ آئے اور جب پانی مل جائے تو اسے چاہئے کہ اسے استعمال کرے، اس کے لئے یہی بہتر ہے'' (ترمذی، احمد)

تیمم کا طریقه :

۱) دل میں تیمّم کی نیت کرنا۔۲) بسم اللہ پڑھنا۔۳) اپنے دونوں ہاتھ پاک صاف مٹی یا ریت وغیرہ پر مارنا، پھر ان کو جھاڑنا، اور ان میں پھونک مارنا، اور پھر اپنے چہرے پر ملنا اور پھر دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے کی پشت پر کلائی کے جوڑ تک ملنا۔ (بخاری ومسلم)

یعنی پہلے بایاں ہاتھ دائیں کی پشت پر کلائی کے جوڑ تک اور پھر دایاں ہاتھ بائیں کی پشت پر کلائی کے جوڑ تک۔

تیمّم چونکہ وضو کے قائم مقام ہے، لہٰذا تیمّم کے ساتھ ہر وہ عبادت کرنا جائز ہے جو وضو اور غسل کے ساتھ جائز ہے۔

جن چیزوں سے تیمم ٹوٹ جاتا ھے : ۱) ہر وہ چیز جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ﷺ (دیکھئے: نواقض وضو)۔ ۲) پانی کا مل جانا یا اس کے استعمال پر قادر ہونا۔

جرابوں پر مسح : ''فقه السُّنة'' میں ہے: ''يجوز المسح على

الجوربين وقد روى ذلك عن كثير من الصحابة''

یعنی جرابوں پر مسح جائز ہے اور اس کا جواز صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد سے مروی ہے۔

حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، براء بن عازب، انس بن مالک، ابوامامہ، سھل بن سعد، عمر بن حریث، عمر بن الخطاب، عبداللہ بن عباس، عمار بن یاسر، بلال بن رباح، عبداللہ بن ابی اوفٰی، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین سے جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔

اور اسی طرح امام احمد، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، عطاء، حسن بصری، سعید بن المسیب رحمہم اللہ اور اکثر اہلِ علم جرابوں پر مسح کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

(فقه السنّة :۱/۵۳) .

اور فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب ''الهداية'' میں ہے:

''امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں، ہاں اگر جرابیں چمڑے کی ہوں، یا وہ جوتی کے ساتھ پہنی جاتی ہوں تو ایسی صورت میں جائز ہے، اور صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) نے فرمایا: جرابوں پر مسح جائز ہے جبکہ وہ موٹی ہوں، باریک نہ ہوں۔ نیز صاحبِ ہدایہ نے کہا: ''امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا'' وعليه الفتوىٰ ''اور (حنفی مذہب میں) اسی پر فتویٰ ہے۔ (الهداية مع فتح القدير :۱/۱۳۸۔۱۳۹)

یعنی حنفی مذہب میں بھی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے جب کہ وہ بالکل باریک نہ ہوں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔ (ترمذی، ابوداؤد، احمد) یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے

مطلق طور پر جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔

☆ جرابوں پر مسح کے لئے شرط یہ ہے کہ انہیں وضو کی حالت میں پہنا گیا ہو۔ (بخاری، مسلم، احمد)

☆ مسح صرف جرابوں کے اوپر والے حصے پر کیا جائے گا۔ (ابوداؤد) یعنی اپنے ہاتھ کو پانی سے گیلا کر کے انگلیوں کی طرف سے شروع کر کے اوپر پنڈلی کی طرف لایا جائے گا، اور ایک ہی دفعہ ایسا کرنا کافی ہوگا۔

☆ مقیم آدمی ایک رات اور ایک دن اور مسافر تین دن اور تین راتوں تک مسح کر سکتا ہے۔ (مسلم)

☆ مدتِ مسح کے ختم ہونے، یا جنبی ہونے یا جرابیں اتار دینے سے مسح باطل ہو جاتا ہے

نماز کی اہمیت :

نماز دین کا ستون اور اسلام کا اہم رکن ہے' کلمہء شہادت کے اقرار کے بعد نماز قائم کرنے کی سب سے زیادہ تاکید کی گئی ہے' آغازِ شعور سے ہی نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے' نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کی عادت ڈالو اور جب دس برس کا ہو جائے تو اسے مار کر نماز پڑھاؤ'' (ابوداؤد)

آپ ﷺ نے فرمایا ''قیامت کے روز اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا'' (ابوداؤد)

نمازِ با جماعت کی اہمیت : پنجگانہ نماز کو باجماعت ادا کرنا واجب ہے اور بلا عذر جماعت سے پیچھے رہنا اور اکیلے نماز پڑھنا اہلِ ایمان کا شیوہ نہیں ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَقِیْمُوا الصَّلاۃَ وَ آتُوا الزَّکَاۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ ﴾ (البقرۃ:۴۳)

ترجمہ: ''اور نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''۔

۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں چاہتا ہوں کہ ایندھن اکٹھا کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کے لئے اقامت کہنے کا حکم دوں، پھر کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کروائے اور خود ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز کے لئے نہیں آئے اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں''۔ (متفق علیہ)

اس حدیثِ پاک سے واضح ہے کہ بلا عذر جماعت سے پیچھے رہنا کتنا بڑا جرم ہے!

۲) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی (حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ: مجھے مسجد تک لانے والا کوئی نہیں ہے، لٰہذا آپ مجھے گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرما دیں، چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی، جب وہ واپس جانے لگے تو آپ نے انہیں بلایا اور پوچھا کہ کیا آپ کو اذان کی آواز سنائی دیتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اس کے مطابق عمل کرو'' (یعنی جماعت کے ساتھ آ کر نماز ادا کرو)۔ (متفق علیہ)

اس سے نماز با جماعت کی اہمیت بخوبی واضح ہے۔

نمازِ با جماعت کی فضیلت : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''صلاة الجماعة أفضل من صلاة الفرد بسبع وعشرين درجة'' (متفق علیہ)

'' باجماعت نماز اکیلے آدمی کی نماز سے ستائیس درجے افضل ہے''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

'' **بشّر المشّائين فی الظلم إلى المساجد بالنور التام يوم القيامة** ''

یعنی'' اندھیروں میں مساجد کی طرف (نمازِ باجماعت کے لئے) آنے والوں کو قیامت کے روز نورِ کامل کی بشارت دیجئے''۔ (ابوداؤد۔ترمذی)

صف بندی کی اہمیت: نمازِ باجماعت میں صف بندی نماز کا حصہ ہے، اور اللہ نے اہلِ ایمان کی صفوں کو ''بنیان مرصوص'' یعنی مضبوط دیوار کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''صفیں برابر (سیدھی) کرو، بے شک صفوں کو سیدھا رکھنا نماز کی تکمیل ہے''۔

۲) حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' اعتدال کے ساتھ کھڑے ہو، دور دور مت کھڑے ہو (بخاری ومسلم) اس سے تمہارے دلوں میں نفرت پیدا ہوگی''۔ (مسلم واحمد)

۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم فرشتوں کی طرح صفیں بناتے ہو، اس لئے صفیں درست رکھو، کندھے برابر کرو، درمیان میں فاصلہ مت چھوڑو، اپنے بھائیوں سے کندھے ملانے میں نرمی کرو، (یعنی کندھا ملانے والوں سے ناراض نہ ہو) اور شیطان کے لئے درمیان میں خالی جگہ مت

چھوڑو، جو صف کو ملائے گا اللہ تعالیٰ بھی اسے اپنے ساتھ ملائے گا اور جو صف کو منقطع کرے گا، اللہ تعالیٰ بھی اس سے قطع تعلق کرے گا''۔ (صحیح الجامع الصغیر: ۱۱۹۸)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ، نماز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صف بندی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' **وكان أحدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه ، وقدمه بقدمه** '' کہ ہم میں سے ہر کوئی اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے اور پاؤں اس کے پاؤں سے ملایا کرتا تھا'' (بخاری)

اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عہدِ رسالت مآب ﷺ میں، میں نے دیکھا کہ ہر نمازی اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنا ملایا کرتا تھا''۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: '' حدیثِ پاک کے الفاظ ''**سوّوا صفوفکم** '' سے واضح ہے کہ صفوں کو سیدھا کرنا واجب ہے''۔ (نیل الأوطار)

علامہ صنعانی رحمہ اللہ ''سبل السلام'' میں فرماتے ہیں: ''صف بندی کے سلسلے میں وارد احادیث سے ظاہر ہے کہ صفوں کو ملانا واجب ہے، لیکن لوگ اس بارے میں تساہل اور سُستی سے کام لیتے ہیں''۔

☆ اگر دو آدمی جماعت کروائیں تو امام کو بائیں جانب اور مقتدی کو امام کے برابر پاؤں اس کے پاؤں کندھے سے کندھا ملا کر دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیئے۔ (متفق علیہ)

☆ امام کو صف کے درمیان کھڑا ہونا چاہیئے، یعنی صف سے آگے اپنی جگہ پر ہو، لیکن صف دونوں طرف سے برابر ہو۔

☆ امام صحیح العقیدہ اور نیک آدمی کو بنانا چاہیئے۔

☆ امام کے قریب اہلِ علم اور دانا آدمیوں کو کھڑا ہونا چاہیئے۔ (مسلم) تا کہ امام کو کوئی مجبوری لاحق ہونے کی شکل میں دوسرا شخص نماز مکمل کروا سکے۔

☆ اِمام قراءت بھول جائے تو اسے لقمہ دینا جائز ہے اور اگر کوئی رکن بھول جائے تو مرد ''سبحان اللہ'' کہہ کر اسے یاد دلائیں اور اگر عورتوں کی صف پیچھے ہو اور مردوں میں سے کسی کو یاد نہ رہے تو عورتیں اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ کی پشت پر مار کر توجہ دلا سکتی ہیں. (ابوداؤد)

☆ امام پر سبقت لے جانا یعنی اس سے پہلے رکوع و سجود کرنا جائز نہیں۔ (مسلم۔احمد)

☆ اگر کوئی بعد میں آ کر جماعت میں شامل ہو تو امام کو جس حالت میں پائے اسی حالت میں اسے نماز میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ (ترمذی)

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز ادا کرنے کا طریقہ سکھایا اور انہیں حکم دیا:

'' **صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ** '' (بخاری شریف)

یعنی ''تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو''۔

تو پیارے رسول ﷺ کی پیاری نماز کا طریقہ جو کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے پیشِ خدمت ہے:

(۱) **استقبالِ قبلہ**: نمازی کے لئے ضروری ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو (متفق علیہ) اور دورانِ نماز آنکھیں کھلی اور نظر سجدہ کی جگہ پر رکھے. (بیہقی، حاکم)

(۲) **نیت کرنا**: دل میں نیت کرے کہ وہ کونسی نماز اور کتنی رکعت پڑھنا چاہتا ہے' کیونکہ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے'' (بخاری و مسلم)۔ اور زبان سے نیت کرنا کہ

اتنی رکعت نماز فرض، اللہ تعالیٰ کے لئے' فلان کے پیچھے' منہ طرف قبلہ کے... یہ نبی ﷺ اور آپ کے کسی صحابی اور فقہائے کرام سے ثابت نہیں ہے بلکہ اسے محققین نے بدعت قرار دیا ہے، جیسا کہ فتح القدیر شرح الہدایۃ میں ہے:

''التلفظ بالنیّة بدعة'' لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

(۳) **تکبیرِ تحریمہ**: دل میں نماز کی نیت کر کے ''اللّٰہ اکبر'' کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر یا کانوں کی لو کے برابر تک اس طرح اٹھائیں کہ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں اور ہتھیلیاں قبلہ رُخ ہوں۔

(۴) **سینہ پر ہاتھ باندھنا**: نبی اکرم ﷺ تکبیرِ تحریمہ کے بعد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر اس طرح رکھتے کہ ایک ہاتھ کا جوڑ دوسرے کے جوڑ پر ہوتا اور انہیں سینہء مبارک پر رکھتے جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ اور اَبوداؤد میں ہے ''کان یضعهما علی الصدر'' نبی پاک ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سینہء اطہر پر باندھتے تھے.

(۵) **دعاء استفتاح**: نمازی سینہ پر ہاتھ باندھ کر سب سے پہلے دعائے استفتاح یا ثناء پڑھے۔ نبی اکرم ﷺ مندرجہ ذیل دعا پڑھا کرتے تھے:

(۱) **اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰھُمَّ نَقِّنِیْ مِنْ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ**. (متفق علیه)

ترجمہ: ''اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان دوری ڈال دے' جس طرح تو نے مشرق اور مغرب میں دوری ڈالی ہے۔ اے اللہ! مجھے گناہوں سے ایسا صاف

کردے جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔اے اللہ میرے گناہ پانی برف اور اولوں سے دھودے"۔

یا یہ دُعا پڑھے (۲) **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلاَاِلٰهَ غَیْرُکَ**۔(احمد'ترمذی)

ترجمہ:"اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ' تیرا نام بابرکت ہے' اور بلند ہے تیری شان اور تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں"۔

تعوّذ : دعائے استفتاح کے بعد" **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ** "پڑھے۔

تسمیہ :اس کے بعد"**بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** "پڑھے۔(بخاری ومسلم)

سورۃ فاتحہ :اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے کیونکہ یہ نماز کا رکن ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی' جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"**لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب** "(بخاری ومسلم)

"جو نماز میں سورہء فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی" اور سورت فاتحہ ایک ایک آیت کر کے پڑھنی چاہیئے ، نیز امام ،مقتدی اور منفرد کے لئے نماز خواہ سری ہو یا جہری، سورت فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔اور سورۃ فاتحہ یہ ہے :

﴿**اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ،اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ، اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلاَالضَّآلِّیْنَ**﴾ پھر آمِیْنَ کہیں!(بخاری)

"سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے، نہایت مہربان

اور بے حد رحم کرنے والا ہے، روز جزا کا مالک ہے، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں. ہم کو سیدھا راستہ دکھا! ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔(اور)ان لوگوں کا راستہ نہ (دکھا) جن پر تیرا غضب ہوا، اور نہ گمراہوں کا راستہ" ......قبول کر!

آمین : سورۃ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہیں' اگر اکیلے ہوں یا سری نمازوں (جن میں قرأت آہستہ ہوتی ہے جیسے ظہر اور عصر وغیرہ) میں امام کے پیچھے ہوں تو آمین آہستہ کہیں' اگر نماز جہری ہو (جس میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے جیسا کہ فجر' مغرب اور عشاء وغیرہ) تو خواہ آپ امام ہوں یا مقتدی بلند آواز سے آمین کہیں۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے **غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین** پڑھا اور پھر بلند آواز سے آمین کہی۔(ترمذی' ابوداؤد)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دو سو صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ بیت اللہ میں جب امام "**ولا الضآلین** "کہتا تو سب بلند آواز سے آمین کہتے۔(بیہقی)

دوسری سورت ملانا :نمازی اگر اکیلا نماز ادا کر رہا ہو یا ظہر و عصر کی نمازوں میں امام کے پیچھے ہو یا خود امام ہو تو اسے پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی دوسری سورت بھی پڑھنی چاہیئے۔(بخاری ومسلم)(یعنی **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** پڑھ کر کوئی بھی دوسری سورت پڑھے) اگر نماز جہری ہو تو اس میں مقتدی کو امام کے پیچھے صرف سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیئے اور کوئی سورت نہیں پڑھنی چاہیئے (بخاری)

رکوع :قراءت سے فارغ ہو کر "**اَللّٰہُ اَکْبَرُ**" کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کندھوں کے

برابر تک اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اور ہاتھوں کی انگلیاں کانوں کی لو کے برابر ہوں اور رکوع میں چلے جائیں۔(بخاری ومسلم)

رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اس طرح رکھیں جیسا کہ گھٹنوں کو پکڑ رکھا ہو' اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے الگ رکھیں اور کمر کو اس طرح سیدھا رکھیں کہ اگر اس پر پانی بھی ڈالا جائے تو اس پر ٹھہر جائے اور سر کو کمر کے برابر رکھیں نہ بہت نیچے جھکائیں اور نہ اوپر اٹھائیں (بخاری مسلم) اور نظر سجدہ کی جگہ پر رکھیں۔

رکوع کی تسبیحات: اطمینان کے ساتھ رکوع کریں اور کم از کم تین مرتبہ مندرجہ ذیل تسبیحات پڑھیں۔

(ا) **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ** (مسلم) ترجمہ : "پاک ہے میرا عظمت والا رب"۔

(۲) **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ**

ترجمہ: " اے اللہ! تو پاک ہے ہمارے پروردگار اور ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں' اے اللہ مجھے بخش دے"۔(بخاری ومسلم)

رکوع سے اُٹھنا: رکوع سے اٹھتے وقت کہے: **سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ**

(بخاری ومسلم) ترجمہ: اللہ نے تعریف کرنے والے کی تعریف سن لی۔

اور دونوں ہاتھ اسی طرح کندھوں کے برابر تک اُٹھائے جس طرح رکوع جاتے وقت اُٹھائے تھے۔(بخاری ومسلم)

قومہ کی دعا: رکوع کے بعد بالکل سیدھے کھڑے ہو کر یہ دُعا پڑھنی چاہیئے

رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ (بخاری)

ترجمہ: "اے ہمارے رب تیرے ہی لئے سب تعریفیں ہیں بہت زیادہ' پاکیزہ کلمات جن میں برکت دی گئی ہے"۔

اگر مقتدی ہو یعنی امام کے پیچھے ہو تو اسے " **سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ** " کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ "**رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ** " ہی کہے گا' لیکن اگر اکیلا ہو یا امام ہو تو اس کے لئے "**سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ** " کہنا ضروری ہے۔

سجدہ: قومہ کے بعد "**اَللّٰہُ اَکْبَرْ**" کہہ کر سجدہ کے لئے جھکیں اور زمین پر پہلے ہاتھ رکھیں اور بعد میں گھٹنے۔(ابن خزیمہ' دار قطنی)

اور سات اعضاء پر سجدہ کریں یعنی ناک اور پیشانی' دونوں ہاتھ' دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں زمین کو چھوئیں۔(بخاری ومسلم)

ہاتھوں کی انگلیاں کھلی اور ساتھ ملی ہوئی ہوں' بازو پہلوؤں سے اور پیٹ رانوں سے الگ ہو' پاؤں کی ایڑیاں ملی ہوئی ہوں اور انگلیاں قبلہ رخ ہوں اور نہایت اطمینان کے ساتھ سجدہ کیا جائے۔(بخاری ومسلم۔ابوداؤد)

سجدے کی دُعائیں: سجدے میں کم از کم تین مرتبہ یہ دعائیں پڑھیں:

(ا) **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی** (احمد۔ابوداؤد)

ترجمہ: "پاک ہے میرا رب بلندیوں والا"۔

(۲) **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ**۔(بخاری)

ترجمہ: "پاک ہے تو اے اللہ! اے ہمارے رب! اور اپنی تعریف کے ساتھ اے اللہ

مجھے بخش دے''۔

دو سجدوں کے درمیان :اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے اٹھیں اوراپنے بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر سیدھے بیٹھ جائیں اور دائیں پاؤں کو اسی طرح کھڑا رکھیں جس طرح سجدے میں تھا اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھیں اور یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَارْفَعْنِیْ

(ابوداؤد۔ترمذی۔ابن ماجہ)

ترجمہ:''اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور میرے نقصان پورے کر دے اور مجھے عافیت بخش اور مجھے روزی عطا کر اور مجھے بلند کر''۔

دوسرا سجدہ: اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر اسی طرح دوسرا سجدہ کریں جیسا کہ پہلے کیا تھا۔

جلسہء استراحت :دوسرے سجدے کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے سیدھا بیٹھ جانا چاہیئے اسے جلسہء استراحت کہتے ہیں' سیدھے بیٹھ کر ہاتھوں پر وزن دے کر اس طرح اٹھیں کہ پہلے گھٹنے زمین سے اوپر اٹھائیں اور بعد میں ہاتھ۔(بخاری۔ابوداؤد)

دوسری رکعت :دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوکر سینے پر ہاتھ باندھ لیں اور سورۃ فاتحہ سے قرأت شروع کریں (مسلم) باقی رکعت پہلی رکعت کی طرح مکمل کریں

درمیانہ تشہد :دورکعت سے زائد نماز میں دوسری رکعت کے بعد تشہد کرنا واجب ہے سوائے نمازِ وتر کے کیونکہ تین رکعت وتروں میں دو رکعت کے بعد تشہد کرنا

کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے اُٹھ کر دایاں پاؤں کھڑا رکھتے ہوئے بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر سیدھے بیٹھ جائیں اور دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اس طرح رکھیں کہ شہادت کی انگلی اوپر اٹھی ہوئی ہو اور باقی انگلیاں بند ہوں اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھیں اور اسکی انگلیاں کُھلی اور قبلہ رُخ ہوں (متفق علیہ) اور اس دوران التحیات پڑھیں

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ (بخاری ومسلم)

ترجمہ:''میری تمام ترقولی' بدنی اور مالی عبادات صرف اللہ کے لئے ہیں ،اے نبی ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ،رحمتیں اور برکتیں ہوں ،ہم پر اور اللہ کے دوسرے نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں''۔

نوٹ :

(۱) تشھد میں انگلی اٹھا کر رکھنا یا مسلسل حرکت دیتے رہنا دونوں طرح جائز ہے۔

(۲) درمیانے تشھد میں اگر کوئی درودِ پاک پڑھنا چاہے تو جائز ہے ایسا کرنے پر سجدہء سہو واجب نہیں ہوتا ۔

تیسری رکعت :درمیانے تشھد سے اللہ اکبر کہتے ہوئے تیسری رکعت کے لئے اٹھیں اور رفع الیدین کریں یعنی دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک اٹھائیں

جیسا کہ ابتدائے نماز میں کیا تھا، پھر سینہ پر ہاتھ باندھ کر سورۃ فاتحہ پڑھیں، پھر رکوع کریں، پھر سجدے، اوراسی طرح چوتھی رکعت مکمل کریں۔

آخری تشہد: آخری رکعت مکمل کر کے تشہد کے لئے بیٹھیں مگر اپنا بایاں پاؤں داہنی طرف دائیں پاؤں کے نیچے سے نکال کر اپنی بائیں جانب سرین پر بیٹھیں، اور اسے تورک کہتے ہیں، اورالتحیات اورکلمہء شہادت پڑھیں اوراس کے بعد درودِ ابراہیمی پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْد • اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍوَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْد (بخاری)

ترجمہ: ''اے اللہ! رحمت فرما حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر جس طرح تو نے رحمت فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل پر، بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! تو برکت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ تو نے برکت فرمائی ابراہیم علیہ السلام اور انکی آل پر، بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے''

پھر یہ دعائیں یا ان میں سے کوئی ایک پڑھے:

(۱) **اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ**

مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں عذابِ قبر سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں موت اور حیات کے فتنہ سے اور اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

(۲) **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَلاَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلاَّ اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔** (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ''اے اللہ! بے شک میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں، پس تو اپنی جناب سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے''۔

سلام: پہلے دائیں طرف چہرہ گھماتے ہوئے ''**اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ**'' کہیں اور پھر بائیں طرف چہرہ گھماتے ہوئے ''**اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ**'' کہیں۔

نماز سے فراغت کے بعد:

(۱) نماز سے فراغت کے بعد بلند آواز سے ''**اللہ اکبر**'' کہیں (بخاری)

(۲) پھر تین مرتبہ ''**اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ**'' (میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں) کہیں۔

(۳) اور پھر ''**اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلاَمُ وَمِنْکَ السَّلاَمُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلاَلِ وَالْاِکْرَامْ**'' (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ''اے اللہ تو ''**السّــــــلام**'' ہے تیری ہی طرف سے سلامتی ہے' اے ذوالجلال والإکرام! تو بڑا ہی برکت والا ہے''۔

(۴) اور پھر یہ دعا پڑھنی چاہیئے ''**رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ**'' (ابوداؤد۔نسائی) ترجمہ: ''اے میرے پروردگار! اپنا ذکر کرنے اور شکر بجالانے اور اچھی عبادت کرنے میں میری مدد فرما''۔

(۵) **لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِیْکَ لَهُ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ • اَللّٰهُمَّ لاَمَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلاَ مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلاَ یَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ** . (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ''اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں' وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفات ہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی دولت مند کو اسکی دولت تیرے عذاب سے نہیں بچاسکتی''۔

(٦) **لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَشَرِیْکَ لَهُ' لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ' لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ' لاَاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلاَ نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاهُ ' لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ 'لاَاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ** . (مسلم)

ترجمہ: ''اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں' وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں' اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے' گناہوں سے

رُکنا اور عبادت کی توفیق ملنا اللہ کی طرف سے ہے' اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں' ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں' ہر قسم کی فضل ونعمت کا وہی مالک اور ہر اچھی تعریف اسی کے لئے ہے' اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں' ہم صرف اسی کا دین اپناتے ہیں اگرچہ کافر بُرا ہی کیوں نہ منائیں''۔

اس کے بعد (۳۳) مرتبہ **سُبْحَانَ اللّٰهِ** (۳۳) مرتبہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** (۳۴) مرتبہ **اَللّٰهُ اَکْبَرْ** ' اور آیۃ الکرسی پڑھیں:

﴿ **اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ج وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ** ﴾ (البقرة:255)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین وآسمان کی تمام چیزیں ہیں، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کرسکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرسکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کُرسی کی وسعت نے زمین وآسمان کو گھیر رکھا ہے اور وہ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اُکتاتا ہے اور وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے''۔

اس کے بعد قرآنِ مجید کی آخری تین سورتیں، سورۃ الاِخلاص، الفلق اور الناس پڑھیں، بالخصوص فجر اور مغرب کی نماز کے بعد۔

نوٹ: عام حالت میں بھی اور نماز میں بھی اپنا کپڑا ٹخنوں سے اوپر رکھنا چاہئے کیونکہ اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے پر حدیثِ پاک میں سخت وعید آئی ہے۔

زکاۃ : اھمیت اور مسائل

اعداد : حافظ محمد اسحاق زاھد

زکاۃ کی تعریف

عربی زبان میں لفظ ''زکاۃ'' پاکیزگی، بڑھوتری اور برکت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، اور شریعت میں ''زکاۃ'' ایک مخصوص مال کے مخصوص حصے کو کہا جاتا ہے جو مخصوص لوگوں کو دیا جاتا ہے، اور اسے ''زکاۃ'' اس لئے کہا گیا ہے کہ اس سے دینے والے کا تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور اس کا مال پاک اور بابرکت ہو جاتا ہے.

یاد رہے کہ ''زکاۃ'' کیلئے قرآن وسنت میں ''صدقہ'' کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾(التوبة : 103).

یعنی ''(اے پیغمبر) آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعے آپ ان (کے اموال) کو پاک کیجئے، اور ان کے نفوس کا تزکیہ کیجئے''.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زکاۃ انسان کے اخلاق وکردار کی پاکیزگی کا بڑا ذریعہ ہے .

زکاۃ کی اھمیت

(1) زکاۃ دینِ اسلام کے ان پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے جن پر دینِ اسلام قائم ہے رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے: '' بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ : شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ ، وَإِيْتَاءِ

الزَّکَاۃِ ...الخ‘‘[متفق علیہ].

یعنی’’اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں،اور نماز قائم کرنا اور زکاۃ ادا کرنا.‘‘

(2)زکاۃ اللہ تعالی کی رحمت کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے،فرمان الٰہی ہے:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ [الأعراف : 165]

یعنی’’اور میری رحمت تو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے،پس میں اپنی رحمت ان لوگوں کے نام لکھ دوں گا جو(گناہ اور شرک سے)بچے رہتے ہیں اور زکاۃ ادا کرتے ہیں‘‘۔

(3)زکاۃ دینی بھائی چارے کی شروط میں سے ایک شرط ہے،فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ﴾

یعنی’’پس اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہوجائیں اور زکاۃ دیتے رہیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں‘‘.[التوبۃ:11]

(4)مسلم معاشرے میں جن عادات کو عام ہونا چاہیے ان میں سے ایک زکاۃ ہے،فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ ﴾ [التوبة : 71]

یعنی’’مومن مرد وعورت آپس میں ایک دوسرے کے(مددگار و معاون اور)دوست ہیں ،وہ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں،نمازوں کو پابندی سے بجالاتے اور

زکاۃ ادا کرتے ہیں..‘‘

(5)جنت الفردوس کے وارث بننے والے مومنوں کی جو صفات اللہ نے بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک زکاۃ ادا کرنا ہے،فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ﴾[المؤمنون : 4]

یعنی’’اور جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں‘‘.

(6)حضرت أبوأیوب ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:مجھے ایسا عمل بتایئے جس کے کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں؟تو آپ ﷺ نے فرمایا:

’’تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ‘‘ [متفق علیه]

یعنی’’اللہ ہی کی عبادت کرتے رہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ،اور فرض نماز پابندی سے ادا کرتے رہو،اور زکاۃ ادا کرتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو‘‘.

(7)زکاۃ کی ادائیگی سے مال بڑھتا اور بابرکت ہوجاتا ہے اور آفتوں سے محفوظ ہوجاتا ہے،فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللّٰهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴾ [الروم :39]

یعنی’’اور جو تم سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہوتا رہے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا،اور جو تم زکاۃ دوگے اللہ کی خوشنودی پانے کی خاطر،تو ایسے لوگ ہی کئی گنا زیادہ پانے والے ہیں‘‘.

زکاۃ کے فوائد

(1)اللہ تعالی نے رزق کی تقسیم اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، جسے چاہے زیادہ دے اور جسے چاہے تھوڑا دے،لیکن مالدار کواللہ تعالی نے زکاۃ دینے ،صدقہ کرنے اور خرچ کرنے کا حکم دیا ہے، تا کہ جسے اللہ نے تھوڑا دیا ہے اسے بغیر سوال کے ملتا رہے اور اس کی ضروریات پوری ہوتی رہیں،اور فقیر کواللہ تعالی نے سوال نہ کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ اس کے اندر صبر وشکر جیسی صفات حمیدہ پیدا ہوں،اس طرح معاشرے کے یہ دونوں فرد اللہ کے اجر وثواب کے مستحق ہوتے ہیں،مالدار خرچ کر کے اور فقیر صبر وشکر کر کے.

(2)اسلام کے مالیاتی نظام کی ایک خوبی یہ ہے کہ اگر پورے اخلاص کے ساتھ اس پر عمل کیا جائے تو دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں منحصر ہونے کی بجائے معاشرے کے تمام افراد میں گردش کرتی رہتی ہے،اور اسکے برعکس دیگر مالیاتی نظاموں میں یہ ہوتا ہے کہ معاشرے کے چند افراد تو عیش وعشرت سے زندگی بسر کرتے ہیں اور انہی کے قرب وجوار میں رہنے والے دوسرے لوگ غربت کی چکی میں پستے رہتے ہیں،اور یہ بہت بڑا ظلم ہے، چنانچہ معاشرے میں مالیاتی توازن برقرار رکھنے کیلئے اور اس معاشرتی ظلم کا سد باب کرنے کیلئے اللہ تعالی نے زکاۃ کو فرض کیا اور صدقات اور انفاق کی طرف ترغیب دلائی،تا کہ معاشرے کے تمام افراد مال ودولت سے مستفید ہوتے رہیں.

(3) زکاۃ کی ادائیگی سے مالدار اور فقیر کے درمیان محبت پیدا ہوتی ہے،اور یوں معاشرہ بغض،نفرت اور خودغرضی جیسی بیماریوں سے پاک ہو جاتا ہے، زکاۃ دینے والے میں سخاوت،شفقت اور ہمدردی اور زکاۃ لینے والے میں احسانمندی،تواضع اور

انکساری جیسی صفات حمیدہ پیدا ہو جاتی ہیں ، گویا نظامِ زکاۃ معاشرے میں اخلاقی قدروں کو پروان چڑھاتا ہے.

(4) تاریخ شاہد ہے کہ خلافت راشدہ کے دور میں جب زکاۃ کو حکومتی سطح پر جمع اور پھر اسے فقراء میں تقسیم کیا جاتا تھا تو ایک وقت ایسا بھی آیا جب تلاش کرنے کے باوجود بھی معاشرے میں فقراء نہیں ملتے تھے، چنانچہ زکاۃ کو بیت المال میں جمع کرا دیا جاتا تھا اور پھر اسے مسلمانوں کے مفادات عامہ میں خرچ کر دیا جاتا ، اس سے ثابت ہوا کہ اسلامی نظامِ زکاۃ سے معاشرے میں غربت ختم ہوتی ہے بشرطیکہ اسے پورے اخلاص اور مکمل دیانتداری کے ساتھ نافذ کیا جائے.

(5) مالدار لوگ اگر زکاۃ ادا نہ کریں تو معاشرے میں موجود فقراء احساسِ کمتری کا شکار ہو جائیں،اور انکے دلوں میں مالداروں کے خلاف شدید نفرت پیدا ہو جائے،اور پھر وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے چوری اور ڈاکہ زنی جیسے جرائم کا ارتکاب شروع کر دیں ،اور یوں معاشرہ بدامنی اور لاقانونیت کی بھیانک تصویر بن جائے، گویا نظامِ زکاۃ ان اخلاقی جرائم کا سد باب کرتا اور معاشرے کو امن وسکون کی ضمانت فراہم کرتا ہے.

(6) مال اللہ تعالی کی نعمت ہے جس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے،اور اس کی واحد شکل یہی ہے کہ اس کی زکاۃ ادا کی جائے،اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ کیا جائے،اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا جائے تو اللہ کی عنایات میں اور اضافہ ہو جاتا ہے،فرمان الٰہی ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾[إبراهيم :7]

یعنی ’’اگر تم شکر ادا کروگے تو میں ضرور بالضرور تمھیں اور زیادہ دوں گا‘‘.

زکاۃ نہ دینے والے کا انجام

جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ زکاۃ فرض ہے اور اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، چنانچہ جو شخص اس کی فرضیت سے انکار کرتا ہو وہ یقیناً کافر اور مرتد ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت اُبوبکر صدیقؓ کے خلیفہ بننے کے بعد جن لوگوں نے زکاۃ دینے سے انکار کردیا تھا ،آپ نے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

’’وَاللّٰہِ لَوْمَنَعُوْنِیْ عِقَالًا کَانُوْا یُؤَدُّوْنَھَا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لَقَاتَلْتُھُمْ عَلٰی مَنْعِھَا ‘‘[البخاری]

یعنی ’’اللہ کی قسم! جولوگ ایک رسی بھی آنحضرت ﷺ کو دیا کرتے تھے، اگر مجھے نہیں دیں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا‘‘ .

اور جو شخص زکاۃ کی فرضیت کا قائل تو ہو لیکن اسے ادا نہ کرتا ہو تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ اس کے متعلق مندرجہ ذیل آیت اور حدیث کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ☆ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَ ظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ﴾[التوبۃ:35] .

ترجمہ: ’’اور جولوگ سونا چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے

انھیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیئے، جس دن اس خزانے کو آتشِ دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی، (اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا رکھا تھا، پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو‘‘

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

ترجمہ ’’اللہ نے جس کو مال سے نوازا اور پھر اس نے زکاۃ ادا نہیں کی، قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا جس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہونگے، یہ سانپ اس کے گلے کا طوق ہوگا اور اس کے جبڑے کو پکڑ کر کہے گا: میں ہوں تیرا مال ،میں ہوں تیرا خزانہ...‘‘[صحیح البخاری].

جن چیزوں میں زکاۃ فرض ہے

اسلام میں جن چیزوں پر زکاۃ فرض ہے وہ اور ان کے متعلقہ مسائل درج ذیل ہیں:

(1) **سونا/ چاندی اور نقدی پیسے** : سونے/ چاندی میں زکاۃ فرض ہے بشرطیکہ ان کی مقدار مقررہ نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو اور اس کی ملکیت پر ایک سال گذر چکا ہو. یاد رہے کہ سونے کا نصاب 85 گرام جبکہ چاندی کا نصاب 595 گرام ہے، اس طرح اگر سونا 85 گرام سے اور چاندی 595 گرام سے کم ہو تو زکاۃ فرض نہیں ہوگی، اور اگر یہ دونوں اپنے مقررہ وزن کے برابر یا اس سے زیادہ تو ہوں لیکن ان پر سال نہ گذرا ہو تو تب بھی زکاۃ فرض نہیں ہوگی، مذکورہ دونوں شرطیں اگر موجود ہوں تو سونے چاندی کی زکاۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے انکا وزن دیکھ لیں پھر مارکیٹ کے موجودہ ریٹ کے مطابق اس وزن کی قیمت

کی تحدید کرلیں، پھراس کا اڑھائی فیصد یا چالیسواں حصہ زکاۃ کی نیت سے ادا کردیں .

مسئلہ (1) : کسی شخص کے پاس سال کے شروع میں تو سونے/ چاندی کا پورا نصاب موجود تھا لیکن سال پورا ہونے سے پہلے پہلے وہ اس میں سے کچھ مقدار کو بیچ کر خرچ کر لیتا ہے اور یوں ان کا وزن نصاب سے کم ہو جاتا ہے تو اس پر زکاۃ فرض نہیں ہوگی، اور اگر دورانِ سال مزید سونا/ چاندی خریدنے کیوجہ سے ان کا وزن نصاب سے زیادہ ہو جاتا ہے تو زکاۃ کی ادائیگی کے وقت بعد میں خریدے گئے سونے/ چاندی کا وزن بھی شمار کرنا ہوگا.

مسئلہ (2) :سونا/ چاندی چاہے ڈھیلے کی شکل میں ہو یا زیورات کی شکل میں، دونوں صورتوں میں زکاۃ فرض ہوگی ، حدیث میں آتا ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے، آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم ان کی زکاۃ دیتی ہو؟ اس نے کہا نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھیں یہ بات پسند ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالی تمھیں ان دونوں کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے ؟ تو اس نے انھیں زمین پر پھینک دیا اور کہا: یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے ہیں. [أبوداؤد والنسائی بسند صحیح].

مسئلہ (3): کاغذی کرنسی چاہے ریال ہو یا دینار، روپیہ ہو یا ڈالر..........وہ بھی سونے/ چاندی کے حکم میں آتی ہے، لہذا جس شخص کے پاس سونے/ چاندی کے نصاب کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ کرنسی موجود ہو اور اس پر سال گذر چکا ہو تو اس میں زکاۃ فرض ہوگی، اور اس کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہوگا کہ سال کے آخر میں جب زکاۃ ادا

کرنی ہو اس وقت دیکھ لیا جائے کہ 85 گرام سونے یا 595 گرام چاندی کی قیمت کتنی ہے، پھر جتنی کرنسی سال بھر رہی ہو وہ بھی دیکھ لی جائے، اگر وہ مذکورہ نصاب کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو اس کا اڑھائی فیصد یا چالیسواں حصہ بطور زکاۃ ادا کر دیں.

مسئلہ (4): ایک شخص کے پاس سال کے شروع میں تو کاغذی کرنسی سونا/ چاندی کے نصاب کے برابر تھی ، لیکن دورانِ سال اس میں اور اضافہ ہوتا رہا، تو سال کے اختتام پر جتنی کرنسی موجود ہو سب کی سب شمار کر کے ٹوٹل مبلغ کا اڑھائی فیصد بطور زکاۃ ادا کر دیں، جو رقوم دورانِ سال آئی تھیں ان کی زکاۃ پیشگی ادا ہو جائے گی.

مسئلہ (5) :تنخواہ دار انسان اپنی ماہانہ بچت کی زکاۃ کس طرح ادا کرے؟ اس کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ ہر ماہ اتنی بچت ہو کہ وہ سونا/ چاندی کے نصاب کی قیمت کے برابر ہے تو اس صورت میں ہر ماہ کی بچی ہوئی تنخواہ پر جیسے جیسے سال پورا ہوتا جائے اس کی زکاۃ نکالتا جائے، اور اگر پہلے ماہ کی زکاۃ ادا کرتے وقت باقی گیارہ ماہ کی زکاۃ بھی پیشگی ادا کرنا چاہے تو بھی درست ہوگا. اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہر ماہ کی بچت تو نصاب کے برابر نہیں البتہ دو تین ماہ کی بچت کو ملا لیا جائے تو وہ نصابِ زکاۃ کے برابر ہو جاتی ہے، تو اس صورت میں سال کے اختتام پر اس کے پاس جتنی بچت موجود ہو اس کا اڑھائی فیصد بطور زکاۃ ادا کر دے.

مسئلہ (6): ہیروں اور جواہرات پر زکاۃ فرض نہیں ہے، اِلاّ یہ کہ ان سے تجارت کی جارہی ہو تو اس صورت میں دیگر تجارتی سامان کے ساتھ انکی زکاۃ بھی ادا کرنی ہوگی

مسئلہ (7): قرض کی زکاۃ کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ کہ مقروض قرضہ تسلیم کرتا

ہواوراسے جلد یا بدیر واپس کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو، یا مقروض تو قرضے سے انکاری ہو لیکن عدالت میں کیس کر کے اس سے قرضہ واپس لینے کا یقین ہو تو اس صورت میں قرض کی رقم کی زکاۃ قرض خواہ کو ادا کرنی ہوگی ، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سال کے اختتام پر جب موجودہ مال کا حساب کیا جا رہا ہو، اس کے ساتھ قرض کی رقم کو بھی ملا لیا جائے اور ٹوٹل مبلغ کا اڑھائی فیصد بطور زکاۃ ادا کر دیا جائے ، اور دوسری صورت یہ ہے کہ مقروض قرضے سے انکاری ہو اور عدالت کے ذریعے اسے واپس لینے کا امکان بھی نہ ہو، یا وہ قرضے کو تسلیم تو کرتا ہو لیکن ہر آئے دن واپسی کا وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرتا ہو، یا اس کے حالات ہی ایسے ہوں کہ وہ قرضہ واپس کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا تو ایسی صورت میں قرض کی رقم پر زکاۃ فرض نہیں ہوگی ، ہاں جب مقروض قرضہ واپس کر دے تو گذشتہ ایک سال کی زکاۃ ادا کر دی جائے.

مسئلہ (8): ایک شخص کے پاس زکاۃ کا نصاب تو موجود ہو، چاہے سونا/ چاندی کی شکل میں یا نقدی کرنسی کی شکل میں یا کسی اور شکل میں، لیکن وہ خود دوسروں کا مقروض ہو، وہ اگر زکاۃ ادا کرے تو مزید بوجھ تلے دب جانے کا اندیشہ ہو، تو ایسی حالت میں اس پر زکاۃ فرض نہیں ہوگی ، ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے بعد بھی اس کے پاس زکاۃ کے نصاب کے برابر مال موجود ہو اور اس پر سال گذر چکا ہو تو اس کا اڑھائی فیصد زکاۃ کی نیت سے ادا کرنا ضروری ہوگا.

مسئلہ (9): کمپنی کے حصص (شیئرز) اگر تجارتی مقصد سے خریدے گئے ہوں اور ان پر سال گذر چکا ہو تو انکی زکاۃ ادا کرنا لازمی ہوگا، اگر خود کمپنی تمام پارٹنرز کے حصص کی

زکاۃ ادا کر دے تو ٹھیک ہے، ورنہ ہر پارٹنر اپنے حصص کی زکاۃ ادا کرنے کا پابند ہوگا.

مسئلہ (10): زکاۃ خالص سونے/ چاندی پر فرض ہوتی ہے، لہذا ملاوٹ کو وزن میں شمار نہیں کیا جائے گا، اس طرح اگر ملاوٹ کا وزن نکال کر خالص سونے/ چاندی کا وزن مقررہ نصاب سے کم ہو جائے تو اس پر زکاۃ فرض نہیں ہوگی.

(2) تجارتی سامان

دوسری چیز جس پر زکاۃ فرض ہوتی ہے وہ ہے ''تجارتی سامان''، اور اس سے مراد وہ تمام اشیاء ہیں جنھیں تجارت کی نیت سے خریدا جائے ، چاہے مقامی مارکیٹ سے یا باہر سے درآمد کر کے، اس طرح وہ تمام چیزیں اس حکم سے نکل جاتی ہیں جنھیں کسی نے اپنے ذاتی استعمال کیلئے خریدا ہو، مثلا گھر، گاڑی اور زمین وغیرہ، تو ایسی اشیاء پر زکاۃ فرض نہیں، اور اسی طرح صنعتی مشینری، آلات، سٹورز اور ان میں پڑی الماریاں، دفاتر اور ان کے لوازمات پر بھی زکاۃ فرض نہیں کیونکہ ایسی تمام اشیاء ایک جگہ برقرار رہتی ہیں اور انھیں بیچ کر تجارت کرنا مقصود نہیں ہوتا.

تجارتی سامان کی زکاة نکالنے کا طریقہ

سال کے اختتام پر تاجر (چاہے فرد ہو یا کمپنی) کو چاہیئے کہ وہ اپنے تمام تجارتی سامان کی مارکیٹ کے موجودہ ریٹ کے مطابق قیمت لگائے ، پھر اسکے پاس سال بھر جو نقدی کرنسی رہی ہو اسے اس میں شامل کر لے، اسی طرح اسکا جو قرضہ قابل واپسی ہو اسے بھی حساب میں شامل کر لے، اور اگر وہ خود مقروض ہو تو قرضے کی رقم نکال کر باقی تمام رقم کا اڑھائی فیصد یا چالیسواں حصہ بطور زکاۃ ادا کر دے، مثلا تجارتی سامان کی قیمت ہے:

	100,000/	روپیہ
بنک بیلینس یا نقدی رقم جو سال بھر رہی:	50,000/	روپیہ
قرضہ جو قابل واپسی ہے:	70,000/	روپیہ
ٹوٹل:	220,000/	روپیہ
قرضہ جو قرض خواہوں کو واپس کرنا ہے:	60,000/	روپیہ
باقی:	160,000/	روپیہ

اب باقی رقم کا اڑھائی فیصد جو کہ 4000 روپے ہے، بطورِ زکاۃ ادا کردے۔

مسئلہ : صنعتی آلات اور مشینری کی اصل قیمت پر تو زکاۃ فرض نہیں، البتہ ان کی آمدنی اگر زکاۃ کے نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گذر جائے تو اس سے زکاۃ نکالنا ضروری ہوگا، اور یہی حکم کرائے پر دیے ہوئے مکانوں ، دوکانوں اور گاڑیوں وغیرہ کا ہوگا کہ ان کی اصل قیمت پر زکاۃ نہیں، کرائے پر ہوگی بشرطیکہ کرایہ نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گذر جائے تو اس کا اڑھائی فیصد ادا کرنا ہوگا، البتہ ان اشیاء پر ادا کیا جانے والا ٹیکس اور ان کی دیکھ بھال پر آنے والے دیگر اخراجات ان چیزوں کی آمدنی سے نکال لیے جائیں، اور اسی طرح اگر مالک کا کوئی اور ذریعہ معاش نہیں تو وہ اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے جائز اخراجات بھی آمدنی سے نکال لے، پھر جو رقم باقی ہو اس سے زکاۃ ادا کردے۔

(3) **حیوانات** :

جن مویشیوں پر زکاۃ فرض ہے، وہ یہ ہیں: اونٹ، گائے/بھینس، اور بھیڑ بکریاں،

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

ترجمہ ''جس شخص کے پاس اونٹ یا گائے یا بکریاں ہیں اور اس نے ان کی زکاۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن انھیں بہت بڑا اور بہت موٹا کرکے لایا جائے گا، پھر وہ اسے اپنے ٹاپوں سے روندیں گے اور اپنے سینگوں سے ماریں گے، جب سب اس کے اوپر سے گذر جائیں گے تو پہلے کو پھر لوٹایا جائے گا، اور لوگوں کا فیصلہ ہونے تک اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہے گا'' [البخاری].

مویشیوں میں زکاۃ کی فرضیت کیلئے چار شرطیں ہیں: ایک یہ ہے کہ وہ اپنے مقررہ نصاب کو پہنچ جائیں، یاد رہے کہ اونٹوں کا کم از کم نصاب پانچ، گائے/بھینس کا تیس اور بھیڑ بکریوں کا چالیس ہے، دوسری شرط یہ ہے کہ ان کی ملکیت پر سال گذر جائے، تیسری یہ ہے کہ سال کا اکثر حصہ یہ مویشی چرتے رہے ہوں اور مالک کو سال بھر یا سال کا بیشتر حصہ ان کی خوراک خریدنا نہ پڑی ہو، اور چوتھی شرط یہ ہے کہ یہ جانور کھیتی باڑی یا بوجھ برداری کیلئے نہ ہوں۔

اور یہاں یہ بات مدنظر رہنی چاہئیے کہ مویشیوں کو اگر تجارت کی نیت سے خریدا گیا ہو تو ان کی زکاۃ دوسرے سامانِ تجارت کی زکاۃ کی طرح نکالی جائے گی، چنانچہ ان کی قیمت کا اعتبار ہوگا نہ کہ تعداد کا۔

تنبیہ: مویشیوں کے نصاب کی دیگر تفاصیل حدیث اور فقہی کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(4) **زرعی پیداوار**:

فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَـاأَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ آمَـنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا

أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ﴾[البقرة:267]

ترجمہ: "اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے، اور ہم نے تمھارے لئے زمین سے جن چیزوں کو نکالا ہے، ان میں سے خرچ کرو".

اس آیت سے ثابت ہوا کہ زمینی پیداوار مثلاً گیہوں، جَو، چاول، کھجور، انگور اور زیتون وغیرہ، پر زکاۃ فرض ہے اور اس بات پر پوری امت کا اجماع ہے۔

زرعی پیداوار کا نصابِ زکاۃ

فرمانِ رسول ﷺ ہے:

ترجمہ: "پانچ وسق سے کم میں زکاۃ نہیں"[متفق علیہ]. پانچ وسق کی مقدار موجودہ حساب کے اعتبار سے 653 کیلوگرام ہے، اس طرح زرعی پیداوار اگر مذکورہ وزن سے کم ہو تو اس پر زکاۃ فرض نہیں ہوگی.

زرعی پیداوار کا کتنا حصہ زکاۃ میں دیا جائے؟

فرمانِ رسول ﷺ ہے :

ترجمہ: "جس کو بارش اور چشموں کے پانی نے سیراب کیا ہو یا وہ خود بخود زمینی پانی سے سیراب ہوا ہو، اس میں دسواں حصہ ہے ، اور جس کو آلات کے ذریعے یا محنت کرکے سیراب کیا گیا ہو اس میں بیسواں حصہ ہے"[البخاری].

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو پیداوار بارشی پانی یا نہری پانی یا چشموں کے پانی سے حاصل ہوئی ہو اس کا دسواں حصہ اور جسے مشینوں کے ذریعے سیراب کرکے حاصل کیا گیا ہو اس کا بیسواں حصہ بطورِ زکاۃ ادا کرنا ہوگا.

مسئلہ (1): زرعی پیداوار پر سال گذرنا ضروری نہیں بلکہ وہ جیسے ہی حاصل ہوگی اس کی زکاۃ فوراً ادا کرنی ہوگی، فرمان الٰہی ہے:

﴿وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ [الأنعام:141]

ترجمہ: "اس کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کردو".

مسئلہ (2): تازہ استعمال ہونے والے پھلوں اور سبزیوں پر زکاۃ نہیں ہے: الّا یہ کہ ان کی تجارت کی جائے، تجارت کی صورت میں ان کی قیمت اگر نصابِ زکاۃ کو پہنچ جائے اور وہ سال بھر اس کے پاس رہے تو اس کا اڑھائی فیصد ادا کرنا ہوگا.

مصارفِ زکاۃ

یعنی کون لوگ زکاۃ لینے کے مستحق ہیں؟ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ﴾[التوبۃ:60].

ترجمہ: "صدقے صرف فقیروں، مسکینوں اور ان کے وصول کرنے والوں کیلئے ہیں، اور ان کیلئے جن کی تالیفِ قلب مقصود ہو، اور گردنیں چھڑانے میں، اور قرض داروں کیلئے، اور اللہ کی راہ میں، اور مسافر کیلئے، یہ فرض ہے اللہ کی طرف سے".

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زکاۃ لینے کے مستحق یہی آٹھ ہیں، ان کو چھوڑ کر کسی اور کو زکاۃ نہیں دی جا سکتی، البتہ یہ ضروری نہیں کہ زکاۃ کی رقم ان آٹھوں پر خرچ کی جائے بلکہ ان میں سے جو زیادہ مناسب اور زیادہ ضرورتمند ہو اس پر اسے خرچ کردیا جائے.

(1) و (2) فقراء اور مساکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضرورتمند ہوں اور جن کے پاس

اتنا مال نہ ہو کہ جس سے وہ اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے اخراجات پورے کر سکیں، انھیں زکاۃ کی رقم سے اتنا پیسہ دیا جائے کہ جو زیادہ سے زیادہ ایک سال تک ان کی ضروریات کیلئے کافی ہو.

(2)"العاملین علیھا" سے مراد زکاۃ اکٹھی کرنے والے اور اسے مستحقین میں تقسیم کرنے والے لوگ ہیں، انھیں زکاۃ کی رقم سے ان کے کام کے بقدر تنخواہ یا وظیفہ دیا جاسکتا ہے خواہ وہ مالدار کیوں نہ ہوں.

(4)" المؤلفة قلوبھم " سے مراد کمزور ایمان والے نو مسلم لوگ ہیں، یا ایسے لوگ جن کے مسلمان ہونے کی امید ہو، یا ایسے کفار جن کو مال دینے سے توقع ہو کہ وہ اپنے قبیلے یا علاقے کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے سے روکیں گے.

(5)"وفی الرقاب" سے مراد ہے غلاموں کو انکے آقاؤں سے چھڑا کر آزاد کرنا-

(6) مقروض جو قرض واپس کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے زکاۃ کی رقم دی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس نے قرضہ جائز مقصد کیلئے لیا ہو، اسی طرح وہ لوگ جن پر چٹی پڑ جائے، یا ان کا کاروبار شدید خسارے کا شکار ہو گیا ہو تو انھیں بھی زکاۃ دی جاسکتی ہے.

(7)" فی سبیل اللہ " سے مراد جہاد اور دیگر تمام دینی مقاصد ہیں جو اللہ کی رضا کے موجب بنتے ہیں، مثلا دینی مدارس کی تعمیر، ان میں زیرِ تعلیم طلبہ اور ہسپتال وغیرہ میں زکاۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے .

(8) وہ مسافر جس کا سفر جائز مقصد کیلئے ہو اور اس کا زادِ راہ دورانِ سفر ختم ہو جائے اور وہ سفری ضروریات کو پورا کرنے کیلئے پیسے کا محتاج ہو اسے بھی بقدر ضرورت زکاۃ دی جا

سکتی ہے-

تنبیہ (1) مذکورہ مستحقینِ زکاۃ اگر اپنے قریبی رشتہ داروں میں مل جائیں تو انھیں زکاۃ دینے سے دوگنا اجر ملتا ہے، رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"الصدقة علی المسکین صدقة، وعلی ذی الرحم ثنتان : صدقة وصلة".

ترجمہ: "مسکین پر صدقہ کرنے سے صرف صدقے کا ثواب ملتا ہے، اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے سے صدقہ اور صلہ رحمی دونوں کا اجر ملتا ہے"۔(نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

تنبیہ (2) اپنے بیوی بچوں، والدین اور اپنے زیرِ کفالت افراد کو زکاۃ نہیں دی جا سکتی، ہاں، بہن بھائی اگر ضرورتمند ہوں تو انھیں زکاۃ دینے سے دوگنا اجر ملے گا۔

تنبیہ (3) اسی طرح دولتمند کو اور اس شخص کو جو کما سکتا ہو، زکاۃ نہیں دی جاسکتی، حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ صدقہ تقسیم فرما رہے تھے، اس دوران دو صحتمند آدمی آئے اور صدقہ کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا، پھر نظر نیچی کر لی، اور فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں دے دیتا ہوں، لیکن صدقے میں غنی اور اس قوی کا کوئی حصہ نہیں جو کما سکتا ہو" (ابوداؤد، نسائی)

تنبیہ (4) فاسق و فاجر اور آلِ رسول ﷺ کو بھی زکاۃ نہیں دی جاسکتی .

رمضان المبارک کے فضائل واحکام

ترتیب:عبدالخالق محمد صادق

روزہ کی فرضیت

فرمانِ الٰہی ہے:﴿ **يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** ﴾(البقرۃ:۱۸۳)

ترجمہ: ''اے ایمان والو!تم پربھی روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے اگلی امتوں پرفرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقوی حاصل کرسکو ''۔

ماہِ رمضان المبارک کے روزے اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہیں جو شعبان ۲ھ میں فرض کئے گئے اور نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیّبہ میں ۹ بار رمضان کے روزے رکھے۔

فضائلِ روزہ : نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :''**مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ**'' (متفق علیه)

''جس نے حالت ایمان میں اللہ سے حصول ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کے روزے رکھے اس کے سابقہ گناہ معاف کردئے جاتے ہیں''۔

روزہ خوروں کا انجام: حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ:''میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں میرے پاس دوفرشتے آئے جنہوں نے میرے بازوؤں کو پکڑ کر مجھے اٹھایا اور ایک دشوار

چڑھائی والے پہاڑ تک لے جا کر مجھے اس پر چڑھنے کے لئے کہا' میں نے کہا: ''میں اس پر چڑھ نہیں سکتا ۔'' تو انہوں نے کہا: آپ کوشش کریں ہم آپ کا تعاون کریں گے۔میں نے اس پر چڑھنا شروع کیا حتی کہ پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ گیا تو میں نے وہاں چیخنے اور چلاّنے کی آوازیں سنیں' میں نے دریافت کیا کہ یہ چیخ وپکار کیسی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ: یہ جہنمیوں کی آہ وبکاء کا شور ہے۔پھر مجھے اس سے آگے لے جایا گیا جہاں میں نے کچھ لوگوں کو اُلٹا لٹکتے ہوئے دیکھا جن کی باچھیں چیردی گئی تھیں اوران سے خون بہہ رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو جواب ملا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزوں کے ایام میں کھایا پیا کرتے تھے۔(صحیح الترغیب والترھیب)

استقبالی روزہ : رمضان المبارک کے استقبال کے لئے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھنا جائز نہیں ۔(ترمذی) ہاں اگر کوئی پہلے سے روزہ رکھ رہا ہو اور اس کے معمول میں یہ دن آجائیں تو روزہ رکھا جاسکتا ہے ۔

وجوب روزہ کی شرائط :وجوب روزہ کی چار شرائط ہیں:

(1)اسلام،لھذا غیر مسلم پر روزہ نہ فرض ہے اور نہ اس کو اس کا ثواب ملے گا۔

(2)بلوغت،نابالغ پر روزہ فرض نہیں' ہاں اگر وہ اپنی مرضی سے رکھنا چاہے تو بہتر ہے اور اسے اس کا ثواب ملے گا۔

(3)عقل،مجنون یا ماؤف العقل پر روزہ فرض نہیں حتی کہ وہ تندرست ہو جائے.

(4)طاقت اور صحت،روزہ رکھنے والا روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو لھذا مریض جو روزہ نہ رکھ سکتا ہو یا مسافر جس کو بامشقت سفر درپیش ہو اگر روزہ نہ رکھ سکیں تو وہ افطار کرسکتے

ہیں جس کی بعد میں قضا دینی ہوگی اوراسی طرح عورتیں ایام مخصوصہ میں روزہ نہیں رکھیں گی بعد میں قضاء دیں گی نیز حمل اور رضاعت کے دوران روزہ رکھنے میں مشقت محسوس کریں تو انہیں افطار کی اجازت ہے اور بعد میں موقعہ ملنے پر قضاء دیں گی اور اگر ممکن نہ ہوتو فدیہ دینا بھی درست ہوگا ۔

روزہ کی نیت : نیت کا تعلق دل سے ہے لہٰذا دل میں روزہ کی نیت کی جائے' اور نیت کے مروجہ الفاظ ''وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ'' کسی حدیث سے ثابت نہیں' نیز فرض روزے کی نیت طلوع فجر سے پہلے کرنا ضروری ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے طلوع فجر سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی اس کا روزہ نہیں ہے'' ۔(ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ) لیکن نفلی روزے کی نیت طلوع فجر کے بعد ظہر سے پہلے بھی کی جاسکتی ہے بشرطیکہ طلوعِ فجر کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

سحری کھانا: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

'سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے'' (متفق علیہ) اور سحری تاخیر سے کھانا افضل ہے' نیز اگر کھانے کے دوران اذان فجر شروع ہوجائے تو جو کچھ کھا رہے ہوں اسے پورا کرلینا چاہئیے لیکن اسے عادت بنانا درست نہیں ہے' اگر رات کوروزے کی نیت کرکے سوئے اور صبح سحری کے لئے بیدار نہ ہوسکے تو ایسی صورت میں بغیر کچھ کھائے پیئے روزہ مکمل کرلے تو روزہ صحیح ہوگا' نیز اگر غُسلِ واجب کی حاجت ہو اور سحری کا وقت کم ہوتو ایسی صورت میں وضو کرکے پہلے سحری کھالی جائے اور بعد میں غسل کرکے نماز

ادا کریں ۔(بخاری)

افطاری : آفتاب غروب ہوتے ہی روزہ افطار کرلینا چاہیئے' اورافطاری بہتر ہے کہ کھجور کے ساتھ کی جائے اوراگر کھجوریں میسّر نہیں تو پانی سے یا کسی بھی چیز سے افطاری کی جاسکتی ہے ۔(ابوداؤد۔ترمذی)

افطاری کے وقت کی دعا: (۱) اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ . (ابوداؤ) ترجمہ: ''اے اللہ! میں نے تیری رضا کے لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی عطا کردہ رزق کے ساتھ افطار کررہا ہوں'' ۔

(۲) ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ (ابوداؤد)

ترجمہ: ''پیاس بجھ گئی اور رگیں تر ہوگئیں اوراللہ نے چاہا تو اجر بھی ثابت ہوگیا'' .

دوسروں کو افطار کروانے کا اجر وثواب : حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی روزہ دار کوافطار کروایا اسے بھی روزے دار کے برابر ثواب ملے گا ''۔ (ترمذی)

کسی کے ہاں کھانا کھانے کے بعد کی دعا:

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ .(ابوداؤد) ترجمہ: ''آپ کے پاس روزہ دار افطار کرتے رہیں' نیک لوگ کھاتے رہیں اور فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے رہیں'' .

غلطی سے روزہ افطار کرنا : خرابیٔ موسم کی بنا پر یا کسی ریڈیو اور ٹی وی پر کسی دوسرے ملک کی اذان سن کر غلطی سے روزہ افطار کرلیا تو اس کی قضا دینی ہوگی

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ھے :

1= دانستہ کھانا پینا 2= روزے کی حالت میں ازدواجی تعلقات قائم کرنا، یا مادہ ءتولید خارج کرنا 3= عمداً قئے کرنا 4= ناک میں پانی یا دوا اس طرح ڈالنا کہ وہ حلق میں اتر جائے 5= گلوکوز یا غذائیت کے ٹیکہ جات لگوانا 6= نسوار لینا' حقہ یا سگریٹ پینا اور بیڑی یا پان کھانا 7= حُقنہ کروانا 8= حیض ونفاس کا شروع ہونا 9= روزے کی نیت ختم کر لینا 10= جنون طاری ہونا۔

جن چیزوں سے روزہ نھیں ٹوٹتا:

1= بھول کر کھانا پینا. 2= احتلام ہونا. 3= ازخود قئے آ جانا 4= خشک یا تر مسواک استعمال کرنا. 5= شدت گرمی کی وجہ سے سر پر پانی ڈالنا یا کپڑا وغیرہ تر کرکے سر پر رکھنا . 6= نہر یا تالاب میں غوطہ زنی کرنا بشرطیکہ پانی حلق سے نیچے نہ اترے. 7= ناک یا منہ میں بغیر مبالغہ کے پانی ڈالنا یا کُلّی کرتے وقت احتیاط کے باوجود پانی حلق میں اتر جانا 8= بوقت ضرورت ہنڈیا کا ذائقہ چکھ کر فوراً تھوک دینا. 9= بوقتِ ضرورت چھوٹے بچوں کو کوئی چیز چبا کر دینا بشرطیکہ اس کے ذرات حلق میں نہ جائیں ۔ 10= سُرمہ لگانا' سر اور بدن میں تیل لگانا اور خوشبو لگانا. 11= بامر مجبوری کان اور ناک میں دوائی ڈالنا' لیکن اگر اس سے بچا جائے تو بہتر ہے. 12= مکھی' مچھر' گردوغبار' دھوئیں یا آٹے کا اُڑ کر حلق میں اتر جانا. 13= مسوڑھوں سے نکلنے والے خون' دانتوں میں اٹکے ہوئے کھانے کے ذرات کا حلق میں اتر جانا. 14= دانت وغیرہ نکلوانا یا بوقت ضرورت کسی مریض کو خون دینا . 15= علاج کے لئے سنگی یا پچھنے لگوانا. 16= بعض

علماء کے نزدیک ضیق نفس کے مریضوں کے لئے سپرے SPRAY کا استعمال کرنا .

حالتِ روزہ میں درج ذیل امور سے اجتناب کرنا چاھئے:

1= جھوٹ' بہتان طرازی' غیبت' چغلی' گالی گلوچ اور طعن وتشنیع.

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:''**من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة أن یدع طعامه وشرابه**''(البخاری)

ترجمہ:''جو شخص جھوٹی بات اور اس پر عمل کو نہیں چھوڑتا، تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے''

2= چوری چھپے کسی کی باتیں سننا' بدگمانی کرنا اور کسی کے عیب تلاش کرنا.

3= فحش لٹریچر کا مطالعہ' فلمیں اور فحش ڈرامے دیکھنا.

4= جوا ،شطرنج اور وقت ضائع کرنے والی گیمیں .

5= امانت میں خیانت' ڈیوٹی ٹائم پورا نہ کرنا' اپنے ماتحت ملازمین پر بے جا سختی اور فرائض میں کوتاہی ۔ یہ چیزیں عام طور پر بھی جائز نہیں لیکن حالت روزہ میں ایسا کرنے سے روزے کے اجروثواب میں کمی واقع ہوجاتی ہے .

نمازِ تراویح : تراویح' قیام اللیل اور تہجد ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔ قیام رمضان یا تراویح سنت ہے جسکی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس مومن نے اللہ سے حصولِ ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں قیام کیا (یعنی نمازِ تراویح ادا کی) اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں''۔(بخاری)

لیکن اگر کسی وجہ سے تراویح نہ پڑھی جا سکے تو اس سے روزے کی صحت پر کوئی اثر نہیں

پڑتا ۔

اوراُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے سوال کیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کی راتوں میں کس قدر قیام فرمایا کرتے تھے؟ توانہوں نے جواب دیا: ''آپ رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے ''۔(بخاری ومسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں رمضان المبارک میں آٹھ رکعت تراویح پڑھائیں ۔(قیام اللیل) لھذا مسنون تراویح گیارہ رکعت یعنی آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر ہیں ۔نیز نماز تراویح باجماعت ادا کرنا افضل ہے ۔

آخری عشرہ کی فضیلت :

اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں: ''جب آخری عشرہ شروع ہوجاتا تو نبی اکرم ﷺ عبادت کے لئے کمربستہ ہوجاتے اوران راتوں کو خود بھی رات بھر عبادت کرتے اوراپنے اہلِ خانہ کو بھی بیدار رکھتے''۔(متفق علیہ)

اعتکاف : رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا مسنون ہے یعنی ایسی مسجد جہاں جمعہ اور جماعت کا اہتمام ہو عبادت کی نیت سے ۲۱ رمضان کی صبح کو اپنے معتکف میں داخل ہونا اور عید کا چاند دیکھ کر وہاں سے نکلنا'' اوراس دوران بغیر ضرورت کے وہاں سے نہ نکلنا' شادی بیاہ یا عیادت و جنازہ میں شرکت نہ کرنا بلکہ یکسو ہوکر تلاوت قرآن' نوافل اورذکرواذکار میں مشغول ہونا چاہیئے 'اعتکاف ایک دن یا اس سے کم کا بھی کیا جاسکتا ہے۔

لیلۃ القدر : اللہ تعالیٰ نے رمضان کے آخری عشرے میں ایک ایسی رات رکھی

ہے جسکی عبادت ہزار ماہ (۸۳سال اور چار ماہ) کی عبادت سے بہتر ہے اوراس رات میں کی جانے والی دعائیں اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتے ،حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں (۲۱'۲۳' ۲۵' ۲۷'۲۹) میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو''۔(ترمذی'نسائی' اُحمد)

لیلۃ القدر کی دعا : اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ۔

ترجمہ: ''اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے اورمعافی کو پسند کرتا ہے لہٰذا تو مجھے معاف کردے''.

صدقۃ الفطر : صدقۃ الفطر ہر مسلمان پر فرض ہے جس کا مقصد ایک تو روزوں میں واقع ہونے والی کمی کو پورا کرنا اور دوسرا فقراء ومساکین کو عید کی خوشیوں میں شریک کرنا ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان پر صدقہ ء فطر فرض قرار دیا خواہ کوئی آزاد ہو یا غلام' مرد ہو یا عورت' چھوٹا ہو یا بڑا ۔ (بخاری ومسلم)

صدقۃ الفطر کی مقدار: صدقۃ الفطر ایک ''صاع''یعنی سوادوکلو اناج یعنی گندم' چاول' کھجور وغیرہ سے ادا کرنا چاہیئے' بہتر یہی ہے کہ جنس ادا کی جائے اوراگر ایسا ممکن نہ ہوتو سوادوکلو کے پیسے بھی ادا کئے جاسکتے ہیں' اورصدقۃ الفطر نماز عید سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے' یہ فقراء ومساکین کا حق ہے۔

عید الفطر :رمضان المبارک کے اختتام پر مسلمان عیدالفطر مناتے ہیں جو کہ رمضان مبارک میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی توفیق ملنے کا شکرانہ ہے' لھذا

شوّال کا چاند دیکھتے ہی تکبیرات **اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ** پڑھنی چاہیئے ۔عید کے دن غسل کر کے، عمدہ لباس پہن کر، خوشبو لگا کر، کچھ کھا پی کر عید گاہ میں جانا چاہیئے اور واپسی پر راستہ بدل کر آنا مسنون ہے، نمازِ عید دو رکعت ہے، پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد سات تکبیرات اور دوسری میں پانچ کہی جائیں گی ۔ رمضان کے مبارک لمحات کو غنیمت جانتے ہوئے اس میں تلاوتِ قرآن کریم اور دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیئے کیونکہ روزہ دار کی دعا اللہ تعالی رد نہیں فرماتا۔

شوال کے چھ روزے : حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے پھر شوال کے چھ روزے رکھے گویا اس نے سال بھر کے روزے رکھے" (مسلم) یہ روزے ایک ساتھ یا الگ الگ بھی رکھے جاسکتے ہیں ، ویسے ایک ساتھ رکھنا بہتر ہے۔

رمضان المبارک میں عمرہ : حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب حج کے برابر ہے"۔ (متفق علیہ)

روزوں کی قضاء : اگر کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھے جاسکیں، یا روزہ رکھ کر توڑ دیا ہو تو اس کے بدلے رمضان کے بعد روزہ رکھ کر قضاء دینی ہوگی، اگر روزہ رکھنے کی سکت نہ ہو جیسا کہ مسلسل مریض وغیرہ تو انہیں فدیہ دینے کی اجازت ہے

یعنی ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا، چاہے تو ہر روز کھلائے اور چاہے تو ایک ساتھ ہی تمام روزوں کا حساب لگا کر اسے دیدے۔

قضاء اور کفّارہ : اگر حالتِ روزہ میں ازدواجی تعلقات سے روزہ فاسد ہوا ہو تو پھر قضاء کے ساتھ کفّارہ بھی دینا ہوگا، یعنی غلام آزاد کرنا، یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، نیز اگر دائمی مریض اور بڑھاپے کی وجہ سے انتہائی کمزور افراد جو روزہ نہ رکھ سکتے ہوں انھیں فدیہ دینا ہوگا، یعنی ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا دینا ہوگا۔ (تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكُمْ صَالِحَ الأَعْمَالِ)

حج کی فضیلت، احکام اور آداب

اعداد : حافظ محمد اسحاق زاهد

حج کی فرضیت

حج اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے، اور ہر ایسے مرد وعورت پر فرض ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ (آل عمران:۹۷)

ترجمہ: ''حج بیت اللہ کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کی طرف جانے کی طاقت رکھتے ہوں'' یعنی مالی وجسمانی لحاظ سے مستطیع ہوں اور کوئی مانع نہ ہو اور عورت کے لئے محرم موجود ہو۔

اور جب قدرت موجود ہو، تو حج فوراً کر لینا چاہئیے، کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''جس کا حج کرنے کا ارادہ ہو وہ جلدی حج کرلے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ بیمار پڑ جائے یا اس کی کوئی چیز گم ہو جائے یا اسے کوئی ضرورت پیش آجائے'' (احمد وابن ماجہ).

اور حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں کچھ لوگوں کو بھیج کر معلوم کروں کہ کس کے پاس مال موجود ہے اور وہ حج پر نہیں گیا تو اس پر جزیہ لگا دیا جائے.
(صححہ ابن حجر)

حج کی فضیلت

حج کی فضیلت میں وارد چند احادیثِ رسول ﷺ ملاحظہ کریں:

۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:
(الحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة)(متفق علیہ)

ترجمہ: ''حجِ مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے''۔ اور حجِ مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ کی گئی ہو، اور اس کی نشانی یہ ہے کہ حج کے بعد حاجی نیکی کے کام زیادہ کرنے لگ جائے اور دوبارہ گناہوں کی طرف نہ لوٹے.

۲) رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا تھا :
(أما علمت أن الإسلام يهدم ما كان قبله ، وأن الهجرة تهدم ما كان قبلها وأن الحج يهدم ما كان قبله) (مسلم :۱۲۱).

ترجمہ: ''کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت سابقہ خطاؤں کو ختم کر دیتی ہے اور حج پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے''۔

۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
(أديموا الحج والعمرة فإنهما ينفيان الفقر والذنوب كما تنفي الكير خبث الحديد) (الطبرانی و الدارقطنی . وصححه الألبانی) .

''حج اور عمرہ ہمیشہ کرتے رہا کرو کیونکہ یہ دونوں غربت اور گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے''۔

۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
(الغازي في سبيل الله والحاج والمعتمر وفد الله ، دعاهم فأجابوه، وسألوه فأعطاهم)(ابن ماجہ.ابن حبان).

"اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا، حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا یہ سب اللہ کے مہمان ہوتے ہیں، اللہ نے انھیں بلایا تو یہ چلے آئے، اور اب یہ جو کچھ اللہ سے مانگیں گے وہ انھیں عطا کرے گا"

سفرِ حج سے پہلے چند آداب

۱) عازمِ حج پر لازم ہے کہ وہ حج وعمرہ کے ذریعے صرف اللہ کی رضا اور اس کا تقرب حاصل کرنے کی نیت کرے.

۲) وہ حج کے اخراجات رزقِ حلال سے کرے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

(إن الله طيّب ولا يقبل إلا طيّبا)(مسلم)

"اللہ تعالی پاک ہے اور صرف پاک چیز کو قبول کرتا ہے"۔

۳) تمام گناہوں سے سچی توبہ کرلے اور اگر اس پر لوگوں کا کوئی حق (قرضہ وغیرہ) ہے تو اسے ادا کردے، اور اپنے گھر والوں کو اللہ تعالی سے ڈرتے رہنے کی تلقین کرے، اور اگر کچھ حقوق وہ ادا نہیں کرپایا تو انھیں ان کے متعلق آگاہ کردے ۔

۴) قرآن وسنت کی روشنی میں حج وعمرہ کے احکامات کو سیکھ لے اور سنی سنائی باتوں پر اعتماد نہ کرے۔

۵) عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے محرم یا خاوند کے ساتھ ہی سفرِ حج کرے اور اکیلی روانہ نہ ہو، ارشادِ نبوی ہے: **(لا يحل لإمرأة أن تسافر إلا ومعها ذو محرم منها)**

ترجمہ: "کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے محرم کے بغیر سفر کرے" (مسلم)

دورانِ سفر اور دورانِ ادائیگیِ حج چند ضروری آداب

۱) احرام کی نیت کرنے کے بعد زبان کی خصوصی طور پر حفاظت کریں اور فضول گفتگو

سے پرہیز کریں، اپنے ساتھیوں کو ایذاء نہ دیں اور ان سے برادرانہ سلوک رکھیں، اور اپنے تمام فارغ اوقات اللہ تعالی کی اطاعت میں گذاریں، کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ : **(من حج فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه)**

"جس نے حج کیا اور اس دوران بے ہودگی اور اللہ کی نافرمانی سے بچا رہا وہ اس طرح واپس لوٹے گا جیسے اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا ".(البخاری)

۲) حجاج کے رش میں خصوصا حالتِ طواف وسعی میں اور کنکریاں مارتے ہوئے کوشش کریں کہ کسی کو آپ سے کوئی تکلیف نہ پہنچے، اور اگر کسی سے آپ کو تکلیف پہنچے تو اسے درگذر کردیں اور جھگڑا نہ کریں .

۳) باجماعت نماز پڑھنے کی پابندی کریں اور اس سلسلے میں کسی قسم کی سستی نہ برتیں.

۴) خواتین غیر مردوں کے سامنے بے پردہ نہ ہوں اور ان کے سامنے دوپٹے یا چادر وغیرہ سے پردہ کریں .

حجِ تمتع کے مختصر احکام

عمرہ :احرام۔تلبیہ۔طواف۔سعی۔ بالوں کو منڈوانا یا کٹوانا.

حج :

۸/ ذوالحج: احرامِ حج۔تلبیہ۔منیٰ میں نو ذوالحج کی صبح تک قیام

۹/ ذوالحج: وقوفِ عرفات ۔ دس کی رات مزدلفہ میں قیام

۱۰/ذوالحج :بڑے جمرۃ کو کنکریاں مارنا۔قربانی کرنا۔سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا طوافِ افاضہ وسعی۔گیارہ کی رات منیٰ میں قیام۔

۱۱ اور ۱۲/ ذوالحج (جس نے جلدی کی) اور **۱۳/ ذوالحج** (جس نے تاخیر کی): تینوں جمرات کو کنکریاں مارنا۔منیٰ میں قیام۔مکہ مکرمہ سے روانگی سے پہلے طواف وداع .

عمرہ کے تفصیلی احکام

(۱) احرام:

۱۔احرام حج وعمرہ کا پہلا رکن ہے' اور اس سے مراد ہے احرام کا لباس پہن کر تلبیہ کہتے ہوئے مناسکِ حج وعمرہ کو شروع کرنے کی نیت کر لینا ' اور ایسا کرنے سے اس پر چند امور کی پابندی کرنا لازمی ہو جاتا ہے' عمرے کا احرام میقات سے شروع ہوتا ہے' البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ لباسِ احرام پہلے پہن لیا جائے اور نیت میقات سے کی جائے' میقات سے احرام باندھے بغیر گذرنا حرام ہے' اگر کوئی شخص ایسا کرے تو اسے میقات کو واپس آنا یا مکہ جا کر دم دینا پڑے گا.

۲۔احرام باندھتے وقت غسل کرنا' صفائی کے امور کا خیال کرنا اور بدن پر خوشبو لگانا سنت ہے.

۳۔مرد دو سفید اور صاف ستھری چادروں میں احرام باندھیں گے جبکہ خواتین اپنے عام لباس میں ہی احرام کی نیت کریں گی' البتہ نقاب نہیں باندھیں گی اور دستانے نہیں پہنیں گی' اگر میقات پر عورت مخصوص ایام میں ہے تو تب بھی وہ غسل کر کے احرام کی نیت کر لے گی.

۴۔احرام کی نیت ان الفاظ سے ہوگی: '' لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ عُمْرَةً '' اور اگر راستے میں کسی رکاوٹ کے پیش آنے کا خطرہ ہو تو اسے یہ الفاظ بھی پڑھنے چاہییں: '' اَللّٰهُمَّ إِنْ حَبَسَنِي حَابِسٌ فَمَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي '' پھر تلبیہ پڑھنا شروع کر دیں اور

طواف شروع کرنے تک اسے پڑھتے رہیں' تلبیہ یہ ہے:

'' لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ' لَبَّيْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ' إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ' لاَ شَرِيْكَ لَكَ ''

ترجمہ: ''میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں' بے شک تمام تعریفیں' نعمتیں اور بادشاہت تیرے لئے ہے' تیرا کوئی شریک نہیں''.

۵۔مردوں کیلئے مستحب ہے کہ وہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھیں' کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اس کا حکم دیا تھا' اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی مسلمان جب تلبیہ پڑھتا ہے تو اس کے دائیں بائیں پتھر اور درخت بھی تلبیہ پڑھتے ہیں''۔(البیہقی اور ابن خزیمۃ).

۶۔احرام باندھ لینے کے بعد کئی لوگ فوٹو کھنچواتے ہیں' اور عورتیں بے پردہ ہو جاتی ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے.اور کچھ لوگ میقات سے ہی اپنا دایاں کندھا ننگا کر لیتے ہیں حالانکہ ایسا صرف طوافِ قدوم میں کرنا چاہئے.

۷۔**محظوراتِ احرام**:احرام کی نیت کرنے کے بعد کچھ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو کہ یہ ہیں:جسم کے کسی حصے سے بال اکھیڑنا یا کٹوانا' ناخن کاٹنا' خوشبو استعمال کرنا' بیوی سے صحبت یا بوس وکنار کرنا' دستانے پہننا' اور شکار کرنا،مرد پر سلا ہوا کپڑا پہننا اور سر کو ڈھانپنا حرام ہو جاتا ہے اور عورت پر نقاب باندھنا ممنوع ہو جاتا ہے البتہ وہ غیر مردوں کے سامنے چہرے کا پردہ کرنے کی پابند ہوگی خواہ کپڑا اس کے چہرے کو بھی لگ جائے' کیونکہ امہات المؤمنینؓ اور صحابیاتؓ اسی طرح کرتی تھیں.حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالتِ احرام میں تھیں، جب لوگ

ہمارے سامنے آتے تو ہم میں سے ہر عورت اپنی چادر سر سے چہرے پر لٹکا لیتی ، اور جب وہ آگے چلے جاتے تو ہم اپنے چہروں سے پردہ ہٹا لیتیں"۔ (ابوداؤد:۱۸۳۳)

۸۔حالتِ احرام میں غسل کرنا' سر میں خارش کرنا' چھتری کے ذریعے سایہ کرنا اور بیلٹ باندھنا جائز ہے۔

(۲) طواف:

۱۔مسجد حرام میں پہنچ کر تلبیہ بند کر دیں' پھر حجر اسود کے سامنے آئیں' اپنا دایاں کندھا ننگا کر لیں' اگر بآسانی حجر اسود کو بوسہ دے سکتے ہوں تو ٹھیک ورنہ ہاتھ لگا کر اسے چوم لیں' اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کی طرف اشارہ کر کے زبان سے "**بسم الله الله اکبر**" کہیں اور طواف شروع کر دیں' رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا:

"اے عمر! تم طاقتور ہو، سو کمزور کو ایذا نہ دو' اور جب حجر اسود کا استلام کرنا چاہو تو دیکھ لو' اگر بآسانی کر سکو تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے سامنے آ کر تکبیر کہہ لو"۔ (مسند احمد:۱/۲۸)

۲۔پہلے تین چکروں میں کندھے ہلاتے ہوئے' چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ' تیز تیز چلیں' اگر رش ہو تو صرف کندھوں کو ہلانا کافی ہو گا' یاد رہے کہ یہ حکم عورتوں اور ان کے ساتھ جانے والے مردوں کیلئے نہیں ہے۔

۳۔دورانِ طواف ذکر' دعا اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہیں' ہر چکر کی کوئی خاص دعا نہیں ہے' البتہ رکنِ یمانی اور حجر اسود کے درمیان "**رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ**" کا پڑھنا مسنون ہے' اگر چاہیں تو باب ملتزم سے چمٹ کر بھی دعا کر سکتے ہیں' ذکر اور دعا میں آواز بلند کرنا درست نہیں ہے۔

۴۔رکنِ یمانی کو ہاتھ لگا سکیں تو ٹھیک ہے ورنہ بغیر اشارہ کرنے اور بوسہ دینے کے وہاں سے گذر جائیں۔

۵۔سات چکر مکمل کر کے مقامِ ابراہیم کے پیچھے اگر جگہ مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ مسجد حرام کے کسی حصے میں دو رکعات ادا کریں' پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد "الکافرون" اور دوسری میں "الاخلاص" پڑھیں' پھر زمزم کا پانی پییں اور اپنے سر پر بہائیں' اس کے بعد اگر ہو سکے تو حجر اسود کا استلام کریں ورنہ سیدھے صفا کی طرف چلے جائیں۔

(۳) سعی:

صفا کے قریب جا کر "**إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ**" پڑھیں' پھر صفا پہ چڑھ جائیں اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھیں: "**لاَ إِلٰـهَ إِلاَّ اللّٰـهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ' يُحْيِي وَيُمِيْتُ ' وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ " لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰـهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ ' أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ**" پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگیں' تین مرتبہ اسی طرح کر کے مروہ کی طرف روانہ ہو جائیں' راستے میں دو سبز نشانوں کے درمیان دوڑیں' البتہ عورتیں اور ان کے ساتھ جانے والے مرد نہیں دوڑیں گے، پھر عام رفتار میں چلتے ہوئے مروہ پر پہنچیں' یہاں پہنچ کر ایک چکر پورا ہو جائے گا' اب یہاں بھی وہی کریں جو آپ نے صفا پر کیا تھا' پھر واپس صفا کی طرف آئیں' راستے میں دو سبز نشانوں کے درمیان دوڑیں' صفا پہ پہنچ کر دوسرا چکر مکمل ہو جائے گا' پھر اسی طرح سات چکر پورے کریں، آخری چکر مروہ پر پورا ہو گا' دورانِ سعی ذکر' دعا اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہیں۔

(۴)سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا:

صفا اور مروہ کے درمیان سعی مکمل کرکے سر منڈوالیں یا پورے سر کے بال چھوٹے کروا لیں، عورت اپنی ہر چوٹی سے انگلی کے ایک پورے کے برابر بال کٹوائے.

اس طرح آپ کا عمرہ مکمل ہوجائے گا، اور احرام کی وجہ سے جو پابندیاں لگی تھیں وہ ختم ہو جائیں گی. اب آپ احرام کھول دیں.

عمرے کے بعد آٹھ ذوالحج تک ....؟

۱۔ بعض لوگ عمرے سے فارغ ہوکر مختلف مساجد اور پہاڑوں کی زیارت کیلئے ثواب کی نیت سے جاتے ہیں حالانکہ ایسا کرنا محض ضیاعِ وقت ہے، اسی طرح مسجد عائشہؓ سے احرام باندھ کر بار بار عمرے کرنا بھی ثابت نہیں ہے.

۲۔ مسجد حرام میں نماز باجماعت پڑھنے کی پابندی کریں اور اس کی فضیلت میں یہی کافی ہے کہ اس میں ایک نماز دیگر مساجد میں ایک لاکھ نماز سے افضل ہوتی ہے.

۳۔ خانہ کعبہ کا نفلی طواف کرتے رہیں، صحیح حدیث میں آتا ہے کہ طواف کرتے ہوئے ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے، ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کردیا جاتا ہے، اور پورے سات چکر لگانے کا ثواب ایک غلام کو آزاد کرنے کے برابر ہے.

(الحاکم، ابن خزیمۃ، صحیح الترغیب والترھیب للألبانی: ۱۱۳۹)

حج کے تفصیلی احکام

۸/ذوالحج (یوم الترویہ)

مکہ مکرمہ میں جہاں آپ رہائش پذیر ہیں، وہیں سے حج کا احرام باندھ لیں، احرامِ حج کا

طریقہ بھی وہی ہے جو احرامِ عمرہ کا ہے، تو صفائی اور غسل کرکے اور بدن پر خوشبو لگا کر احرام کا لباس پہن لیں، پھر "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ حَجًّا" کہتے ہوئے حج کی نیت کرلیں اور تلبیہ شروع کردیں، اور دس ذوالحج کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ پڑھتے رہیں، احرام باندھ کر ظہر سے پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہوجائیں، جہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور ۹/ ذوالحج کی فجر کی نمازیں قصر کرکے اپنے اپنے وقت پر پڑھنی ہونگی اور رات کو وہیں ٹھرنا ہوگا

۹/ذوالحج (یوم عرفہ)

۱۔ طلوعِ شمس کے بعد تکبیر اور تلبیہ کہتے ہوئے عرفات کی طرف روانہ ہوجائیں، اور اس بات کا یقین کرلیں کہ آپ حدودِ عرفہ کے اندر ہیں، زوالِ شمس کے بعد اگر ہوسکے تو امام کا خطبہء حج سنیں اور اس کے ساتھ ظہر وعصر کی نمازیں جمع وقصر کرکے پڑھیں، اگر ایسا نہ ہوسکے تو اپنے خیمے میں ہی دونوں نمازیں جمع وقصر کرتے ہوئے باجماعت ادا کرلیں.

۲۔ پھر غروبِ شمس تک ذکر، دعا، تلبیہ اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہیں اور یہ دعا بار بار پڑھیں: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ".

اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی وانکساری ظاہر کریں، اپنے گناہوں سے سچی توبہ کریں اور ہاتھ اٹھا کر دنیا وآخرت میں خیر وبھلائی کی دعا کریں، اس دن اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اور فرشتوں کے سامنے اہلِ عرفات پر فخر کرتا ہے.

۳۔ وقوفِ عرفہ کا وقت زوالِ شمس سے لے کر دسویں کی رات کو طلوعِ فجر تک رہتا ہے، اس دوران حاجی ایک گھڑی کیلئے بھی عرفات میں چلا جائے تو حج کا یہ رکن پورا ہوجاتا ہے.

۴۔غروبِ شمس کے بعد عرفات سے انتہائی سکون کے ساتھ مزدلفہ کو روانہ ہو جائیں‘ جہاں سب سے پہلے مغرب وعشاء کی نمازیں جمع وقصر کر کے باجماعت پڑھیں‘ پھر اپنی ضرورتیں پوری کر کے سو جائیں۔

۵۔عورتوں اور ان کے ساتھ جانے والے مردوں اور بچوں کیلئے اور اسی طرح کمزوروں کیلئے جائز ہے کہ وہ آدھی رات کے بعد مزدلفہ سے منیٰ کو چلے جائیں۔

۱۰/ ذوالحج (یومِ عید)

۱۔فجر کی نماز مزدلفہ میں ادا کریں‘ پھر صبح کی روشنی پھیلنے تک قبلہ رخ ہو کر ذکر‘ دعا اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہیں۔

۲۔بڑے جمرۃ کو کنکریاں مارنے کیلئے مزدلفہ سے ہی موٹے چنے کے برابر کنکریاں اٹھا لیں‘ ایامِ تشریق میں کنکریاں مارنے کیلئے مزدلفہ سے کنکریاں اٹھانا ضروری نہیں۔

۳۔پھر طلوعِ شمس سے پہلے منیٰ کو روانہ ہو جائیں‘ راستے میں وادیءِ محسر کو عبور کرتے ہوئے تیز تیز چلیں۔

۴۔منیٰ میں پہنچ کر سب سے پہلے بڑے جمرۃ کو‘ جو کہ مکہ کی طرف ہے‘ سات کنکریاں ایک ایک کر کے ماریں‘ اور ہر کنکری کے ساتھ ”اللہ اکبر“ کہیں‘ کنکریاں مارنے کے بعد تلبیہ پڑھنا بند کر دیں‘ کمزور یا بیمار مرد‘ بچے اور اسی طرح خواتین کنکریاں مارنے کیلئے کسی دوسرے شخص کو وکیل بنا سکتے ہیں۔

۵۔پھر قربانی کا جانور ذبح کریں جو کہ بے عیب ہو اور مطلوبہ عمر کے مطابق ہو‘ قربانی کا گوشت اپنے لئے بھی لے آئیں اور فقراء میں بھی تقسیم کریں‘ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

آپ کسی با اعتماد شرکہ (کمپنی) میں پیسے جمع کروا دیں‘ جو آپ کی طرف سے قربانی کرنے کا پابند ہو گا‘ اور اگر آپ بامرِ مجبوری قربانی نہیں کر سکتے تو آپ کو دس روزے رکھنا ہونگے‘ تین ایامِ حج میں اور سات وطن لوٹ کر۔

۶۔پھر سر کے بال منڈوا دیں یا پورے سر کے بال چھوٹے کروا دیں‘ خواتین اپنی ہر چوٹی سے انگلی کے ایک پورے کے برابر بال کٹوائیں۔اس کے ساتھ ہی آپ حلال ہو جائیں گے‘ جو کام بسببِ احرام ممنوع تھے وہ سب حلال ہو جائیں گے سوائے بیوی کے قرب کے جو کہ طواف افاضہ کے بعد جائز ہو گا تو آپ صفائی اور غسل وغیرہ کر کے اپنا عام لباس پہن لیں اور طوافِ افاضہ کیلئے خانہ کعبہ چلے جائیں۔

۷۔طواف افاضہ حج کا رکن ہے‘ اگر کسی وجہ سے آپ دس ذوالحج کو طواف افاضہ نہیں کر سکے تو اسے بعد میں بھی کر سکتے ہیں‘ اور اگر خواتین مخصوص ایام میں ہوں تو وہ طہارت کے بعد طواف کریں گی‘ اگر وہ ایامِ تشریق کی کنکریاں مارنے کے بعد پاک ہوں تو طواف افاضہ کرتے ہوئے طواف وداع کی نیت بھی کر لیں تو ایسا کرنا درست ہو گا‘ اور اگر وہ قافلے کی روانگی تک پاک نہیں ہوتیں اور قافلہ والے بھی ان کا انتظار نہیں کر سکتے تو وہ غسل کر کے لنگوٹ کس لیں اور طواف کر لیں۔

۸۔طواف کے بعد مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعات ادا کریں‘ پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کریں اور منیٰ کو واپس چلے جائیں جہاں گیارہ کی رات گذارنا واجب ہے۔

۹۔دس ذوالحج کے چار کام (کنکریاں مارنا‘ قربانی کرنا‘ حلق یا تقصیر‘ طواف وسعی) جس ترتیب سے ذکر کئے گئے ہیں انھیں اسی ترتیب کے ساتھ کرنا مسنون ہے‘ تاہم ان میں

تقدیم وتاخیر بھی جائز ہے.

ایامِ تشریق

ا۔اا اور ۱۲ ذوالحج کی راتیں منیٰ میں گذارنا واجب ہے' اور اگر چاہیں تو ۱۳ تک بھی منیٰ میں رہ سکتے ہیں' ان ایام میں تینوں جمرات کو کنکریاں مارنا ہوتا ہے' اس کا وقت زوالِ شمس سے لیکر آدھی رات تک ہوتا ہے.

۲۔سب سے پہلے چھوٹے جمرۃ کو سات کنکریاں ایک ایک کرکے ماریں' ہر کنکری کے ساتھ "اللہ اکبر" کہیں' پھر اسی طرح درمیانے جمرۃ کو کنکریاں ماریں' اگر آپ کو کسی دوسرے کی طرف سے بھی کنکریاں مارنی ہوں تو پہلے اپنی کنکریاں مار کر پھر اس کی کنکریاں ماریں' چھوٹے اور درمیانے جمرۃ کو کنکریاں مارنے کے بعد قبلہ رخ ہوکر دعا کرنا مسنون ہے.

۳۔پھر بڑے جمرۃ کو بھی اسی طرح کنکریاں ماریں' اس کے بعد دعا کرنا مسنون نہیں.

۴۔کنکریاں مارتے ہوئے اگر قبلہ بائیں طرف اور منیٰ دائیں طرف ہو تو زیادہ بہتر ہے' لازم نہیں.

۵۔تینوں جمرات کو کنکریاں مارنے کیلئے کنکریاں منیٰ میں کسی بھی جگہ سے اٹھا سکتے ہیں.

۶۔جمرات کا نشانہ لیکر کنکریاں ماریں' صرف گول دائرے میں کنکریاں پھینک دینا کافی نہیں ہے.

۷۔جمرات کو شیطان تصور کرکے انھیں گالیاں دینا یا جوتے رسید کرنا جہالت ہے.

۸۔ایامِ تشریق کے فارغ اوقات اللہ تعالی کی اطاعت میں گذاریں اور زیادہ سے زیادہ

اللہ کا ذکر کریں' اور باجماعت نمازوں کی پابندی کریں.

۹۔اگر آپ ۱۲ ذوالحج کو ہی منیٰ سے روانہ ہونا چاہتے ہیں تو غروبِ شمس سے پہلے پہلے کنکریاں مار کر منیٰ کی حدود سے نکل جائیں ورنہ ۱۳ کی رات بھی وہیں گذارنا ہوگی اور پھر تیرہ کو کنکریاں مار کر ہی آپ منیٰ سے نکل سکیں گے۔

طواف الوداع : مکہ مکرمہ سے روانگی سے پہلے طواف الوداع کرنا واجب ہے' اگر خواتین مخصوص ایام میں ہوں تو ان پر طواف وداع واجب نہیں' ۱۲ یا ۱۳ ذوالحج کو کنکریاں مارنے سے پہلے طواف وداع کرنا درست نہیں ہے.

آدابِ زیارتِ مسجد نبوی

ا۔مکہ مکرمہ میں حج مکمل ہوجاتا ہے' البتہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب حاصل کرنے کی نیت کرکے مدینہ طیبہ کا سفر کرنا مستحب ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میری مسجد میں ایک نماز دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز سے افضل ہے .(متفق علیہ)

۲۔مسجد نبوی میں پہنچ کر تحیۃ المسجد پڑھیں' بہتر ہے کہ روضۃ من ریاض الجنۃ میں جا کر پڑھیں کیونکہ وہ جنت کا ٹکڑا ہے' پھر رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے سامنے آئیں' درود وسلام پڑھیں اور بہتر ہے کہ درود ابراہیمی' جسے نماز میں پڑھا جاتا ہے' پڑھا جائے' پھر آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو سلام کہیں.

۳۔اور اگر دعا کرنا چاہیں تو مسجد نبوی میں جہاں چاہیں قبلہ رخ ہوکر کریں.

۴۔روضہ مبارکہ پر بنیتِ تبرک ہاتھ پھیرنا یا اس کا طواف کرنا قطعا درست نہیں ہے.

۵۔مردوں کیلئے مستحب ہے کہ وہ جنت البقیع میں مدفون حضرات اور اسی طرح شہداء

احد کی قبروں پہ جا کر انھیں سلام کہیں اور قبلہ رخ ہو کر ان کیلئے دعا کریں.

٦۔ مساجدِ مدینہ طیبہ میں سے مسجد نبوی کے علاوہ صرف مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''مسجد قباء میں دو رکعت کا ثواب عمرے کے برابر ہے'' (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان)

باقی مساجد میں نماز پڑھنے کی کوئی خاص فضیلت نہیں ہے، اس لئے ان کا قصد کرنا درست نہیں ہے.

حج میں ہونے والی عام غلطیاں

حج ایک عبادت ہے اور ہر عبادت کی قبولیت دو شرطوں کے ساتھ ہوتی ہے: اخلاصِ نیت اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے موافقت، اور اس تمنا کے پیشِ نظر کہ حجاج کرام کو حج مبرور نصیب ہو اور وہ گناہوں سے پاک ہو کر اپنے وطنوں کو واپس لوٹیں، ذیل میں حجاج کی عمومی غلطیاں درج کی جارہی ہیں تا کہ حتی الوسع ان سے پرہیز کیا جائے:

بغیر احرام باندھے میقات کو عبور کر جانا. احرام باندھتے ہی دایاں کندھا ننگا کر لینا. خاص ڈھب سے بنے ہوئے جوتے کی پابندی کرنا (حالانکہ ٹخنوں کو ننگا رکھتے ہوئے ہر قسم کا جوتا پہنا جا سکتا ہے). احرام باندھ کر بجائے کثرتِ ذکر و استغفار اور تلبیہ کے لہو لعب میں مشغول رہنا. با جماعت نماز ادا کرنے میں سستی کرنا. خواتین کا بغیر محرم یا خاوند کے سفر کرنا. غیر مردوں کے سامنے عورتوں کا پردہ نہ کرنا. حجر اسود کو بوسہ دینے کیلئے مزاحمت کرنا، اور مسلمانوں کو ایذا دینا. دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے حجر اسود کی طرف اشارہ کرنا. حطیم کے درمیان سے گذرتے ہوئے طواف کرنا. رکن یمانی کو بوسہ دینا یا استلام نہ کر

سکنے کی صورت میں اس کی طرف اشارہ کرنا. ہر چکر کیلئے کوئی دعا خاص کرنا. کعبہ کی دیواروں پر بنیتِ تبرک ہاتھ پھیرنا. طواف قدوم کے بعد بھی دایاں کندھا ننگا رکھنا. دورانِ طواف دعائیں پڑھتے ہوئے آواز بلند کرنا. صفا اور مروہ پر قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرنا. اقامت نماز ہو جانے کے بعد بھی سعی جاری رکھنا. سعی کے سات چکروں کی بجائے چودہ چکر لگانا. سر کے کچھ حصے سے بال کٹوا کر حلال ہو جانا. حدودِ عرفہ سے باہر وقوف کرنا. یہ عقیدہ رکھنا کہ جبلِ رحمت پر چڑھے بغیر وقوفِ عرفہ مکمل نہیں ہوتا. غروبِ شمس سے پہلے عرفات سے روانہ ہو جانا. مزدلفہ میں پہنچ کر سب سے پہلے مغرب وعشاء کی نمازوں کی ادائیگی کی بجائے کنکریاں چننے میں لگ جانا. مزدلفہ کی رات کو نوافل پڑھنا. کنکریاں دھونا. سات کنکریاں بجائے ایک ایک کر کے مارنے کے ایک ہی بار دے مارنا. کنکریاں مارنے کے مشروع وقت کا لحاظ نہ کرنا. پہلے چھوٹے، پھر درمیانے اور پھر بڑے جمرۃ کو کنکریاں مارنے کی بجائے ترتیب الٹ دینا. چھوٹے اور درمیانے جمرۃ کو کنکریاں مارنے کے بعد دعا نہ کرنا. قربانی کیلئے جانور کی عمر کا لحاظ نہ کرنا. عیب دار جانور قربان کر دینا. ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں نہ گذارنا. ١٢ یا ١٣ ذوالحج کو کنکریاں مارنے سے پہلے طواف وداع کر لینا. طواف وداع کے بعد مسجد حرام سے الٹے پاؤں باہر آنا نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی نیت کر کے مدینہ طیبہ کا سفر کرنا. حجاج کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو سلام بھیجنا. ہر نماز کے بعد روضہءِ رسول ﷺ کی طرف چلے جانا یا اس کی طرف رخ کر کے انتہائی ادب سے کھڑے ہو جانا. دعا میں آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا. مدینہ طیبہ میں چالیس نمازوں کی پابندی کرنا.